ISSN: 2410-9843
مسلسل اشاعت کے 22 سال
www.muqaami.pk

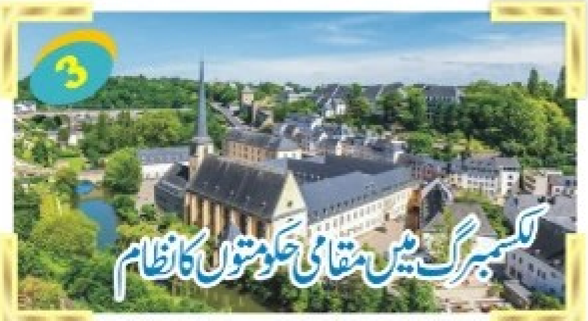

MONTHLY Muqaami Hakoomat LAHORE
چیف ایڈیٹر ڈاکٹر بلال ظفر
مینیجنگ ایڈیٹر نعیم ثاقب

ماہنامہ مقامی حکومت لاہور

269 | جلد نمبر 23 | شمارہ نمبر 05 | فروری 2026ء

بسنت 2026

لاہور کی فضا میں رنگوں کی واپسی

مریم نواز شریف کی قیادت میں روایت، ثقافت اور بہترین انتظامی صلاحیتوں کا نیا باب

نعیم ثاقب

فروری 2026 میں لاہور کی فضا ایک بار پھر رنگوں سے جگمگا اٹھی جب تقریباً دو دہائیوں کے وقفے کے بعد بسنت کا تہوار بحال ہوا اور اس بحالی نے نہ صرف ایک ثقافتی روایت کو زندہ کیا بلکہ شہری گورننس، انتظامی صلاحیت اور عوامی اعتماد کی بحالی کا ایک عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ اس تاریخی موقع کو مریم نواز شریف کی قیادت میں ایک منظم، محفوظ اور مربوط انداز میں منایا گیا، جس نے یہ ثابت کیا کہ اگر سیاسی عزم اور مؤثر حکمت عملی موجود ہو تو ماضی میں خطرناک سمجھی جانے والی سرگرمیوں کو بھی جدید تقاضوں کے مطابق محفوظ بنایا جاسکتا ہے۔ بسنت 2026 کو محض ایک تہوار کے طور پر نہیں بلکہ ایک پالیسی تجربے کے طور پر بھی دیکھا جا رہا ہے جس میں ثقافت، معیشت اور گورننس کو ایک ساتھ جوڑا گیا۔ ماضی میں 2007 میں بسنت پر پابندی اس لئے عائد کی گئی تھی خطرناک کیمیکل ڈور، ہوائی فائرنگ اور بدانتظامی کی وجہ سے بہت ساری قیمتی جانوں کا ضیاع ہونا شروع ہوگیا تھا۔ تاہم 2026 میں اس تہوار کی بحالی ایک سخت ریگولیٹری فریم ورک کے تحت کی گئی ہے اور حکومت پنجاب نے واضح طور پر کیمیکل اور دھاتی ڈور پر مکمل پابندی عائد کی ہے اس کے علاوہ موٹر سائیکل سواروں کے لیے حفاظتی ہیلمٹ پہننا لازمی قرار دیا گیا، پتنگ بازی کے لیے مخصوص مقامات مختص کیے گئے اور ہوائی فائرنگ کے خلاف زیرو ٹالرنس پالیسی اپنائی گئی۔ پولیس، ضلعی انتظامیہ اور ریسکیو اداروں کے درمیان مربوط کوآرڈینیشن کے ذریعے مسلسل مانیٹرنگ کو یقینی بنایا گیا، جس سے نہ صرف کسی بڑے حادثے سے بچاؤ ممکن ہوا بلکہ شہریوں میں اعتماد بھی بحال ہوا کہ ریاست ان کی حفاظت کے لیے سنجیدہ ہے۔ یہ

> اگر ثقافتی ایونٹس کو بھرپور حکومتی تعاون اور مناسب انتظامی فریم ورک فراہم کیا جائے تو وہ مقامی معیشت کے لیے ایک طاقتور محرک ثابت ہو سکتے ہیں۔

تمام اقدامات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مریم نواز شریف نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے بسنت جیسی روایتی تقریبات جن کو ماضی کی حکومتوں نے خطرناک قرار دے کر بند کردیا تھا اپنی حکومت کے لئے ایک چیلنج سمجھتے ہوئے ایک جدید اور مربوط شہری نظم و نسق کے تحت کامیاب کر دکھایا جس کو نا صرف ملکی سطح پر سراہا گیا بلکہ عالمی سطح پر بھی بھرپور پذیرائی ملی۔ بسنت 2026 کی کامیابی درحقیقت حکومت پنجاب کے وسیع تر شہری اصلاحاتی پروگرامز، خصوصاً ستھرا پنجاب کا نتیجہ بھی ہے، جس کے تحت لاہور میں صفائی ستھرائی، ویسٹ مینجمنٹ اور شہری سہولیات میں نمایاں بہتری دیکھنے میں آئی۔ شہر کی بڑی شاہراہوں، گلیوں اور عوامی مقامات کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے مؤثر اقدامات کیے گئے، جس نے نہ صرف شہریوں کے معیار زندگی کو بہتر بنایا بلکہ بین الاقوامی معیار کے عوامی ایونٹس کے انعقاد کے لیے بھی سازگار ماحول فراہم کیا۔ اس پروگرام نے ثابت کیا کہ بلدیاتی خدمات میں بہتری کسی بھی بڑے سماجی یا ثقافتی ایونٹ کی کامیابی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بسنت جیسے بڑے تہوار کو ایک منظم اور خوشگوار ماحول میں منانا ممکن ہو سکا۔ (بقیہ صفحہ نمبر 2)

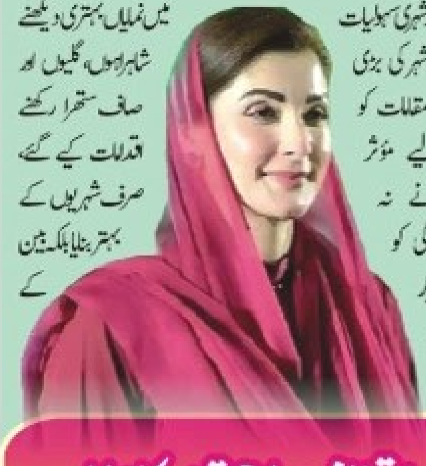

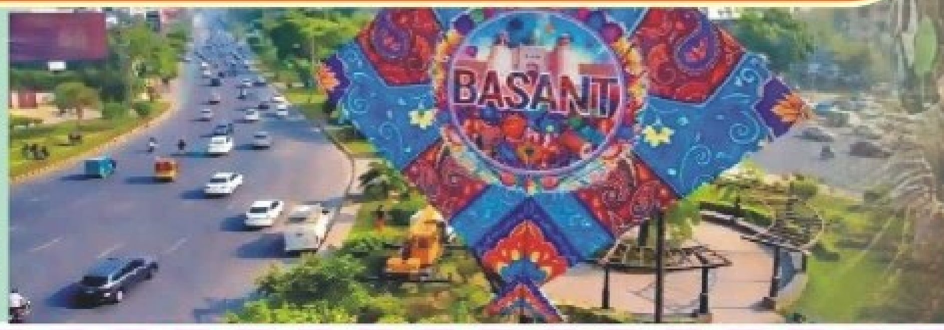

دعوؤں کا شہر یا مسائل کا گڑھ؟

کراچی کی گورننس پر بڑا سوال

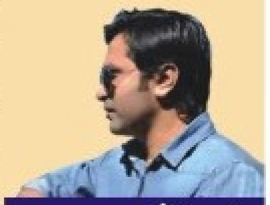

شہریار جنجوعہ

دنیا کے ترقی یافتہ شہروں نیویارک اور ٹوکیو سے کراچی کے تقابل کے حکومتی دعوے اپنی جگہ لیکن زمینی صورت حال اور اس کی حالت زار کو دیکھ کر ایک بار پھر عام شہری کا ذہن اس بنیادی سوال کے گرد گھومتا نظر آتا ہے کہ کیا یہ شہر واقعی ایک مربوط شہری نظام کے تحت چل رہا ہے یا نااہل حکومتی مشینری اور مختلف اداروں کے درمیان بٹا ہوا ایک ایسا میگا سٹی ہے جہاں اختیارات کی تقسیم اور حکومتی نااہلی ہی مسائل کی جڑ بن چکی ہے۔ جہاں ایک ہلکی سی بارش بھی اس تلخ حقیقت کو بے نقاب کر دیتی ہے کہ تمام تر وسائل کے باوجود دہائیوں پرانے نکاسی آب کے مسائل اب بھی جوں کے توں موجود ہیں۔ شہر کے مختلف علاقوں میں پانی کھڑا ہونے کے واقعات آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں بلکہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا ہوگا جب کراچی کے شہری کوئی سکھ کا سانس لیتے ہوں، حالانکہ سرکاری سطح پر بارشوں کی پیشگی تیاریوں اور بڑے بڑے فنڈز ریلیز کرنے کے دعوے بھی کیے جاتے ہیں لیکن تان ہر دفعہ اس بات پر ٹوٹتی ہے کہ کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن، ٹاؤن کارپوریشنز، کنٹونمنٹ بورڈز اور صوبائی اداروں کے درمیان ہم آہنگی کے فقدان کی وجہ سے مسئلہ جوں کا توں ہے۔ بارش کے دوران اور اس کے بعد میئر کراچی مرتضیٰ وہاب کی جانب سے مختلف علاقوں کے دورے بھی کیے جاتے ہیں اور یہ خوشخبری بھی سنائی جاتی ہے کہ شہر مجموعی طور پر فعال اور رواں دواں ہے۔ تاہم شہریوں کے تلخ تجربات اور زمینی حقائق اس دعوے سے کبھی بھی مکمل طور پر مطابقت نہیں رکھتے۔ کئی علاقوں میں مستقل طور پر ٹریفک جام، سڑکوں کی خستہ حالی اور نکاسی آب کے ناقص نظام نے روزمرہ زندگی کو متاثر کیا ہوا ہے، جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ شہری گورننس میں منصوبہ بندی اور عملدرآمد کے درمیان واضح خلا موجود ہے۔ وزیر اعلیٰ سندھ کی خصوصی ہدایت پر کمشنر کراچی اور متعلقہ ڈپٹی کمشنرز کی سربراہی میں پرائس کنٹرول مہم بھی شروع کی جاتی ہے جس کا مقصد اشیائے خورونوش کی قیمتوں کو قابو میں رکھنا تھا مگر مارکیٹ سطح پر اس کے نتائج بھی محدود نظر آتے ہیں اور کوئی خاطر خواہ بہتری دیکھنے میں نہیں آتی۔ ضلعی انتظامیہ کی "بھرپور" کارروائیوں کے باوجود کبھی بھی اشیائے خورونوش کی قیمتوں کو کمشنر کراچی کی اپنی ہی شائع شدہ فہرستوں کی سطح پر نہیں لایا جا سکا، جس سے یہ تاثر مزید مضبوط ہوتا ہے کہ وزیر اعلیٰ سندھ کے احکامات اور ان کے نفاذ کے درمیان ربط بہت کمزور ہے۔ یا پھر متعلقہ حکومتی مشینری میں اس طرح کی مہمات کی کامیابی کے لئے درکار اہلیت سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ اسی طرح انسداد تجاوزات کے نام پر ہونے والی کارروائیوں نے بھی کئی سوالات کو جنم دیا ہے، جہاں ایک طرف سڑکوں اور فٹ پاتھوں کو خالی کروانے کی کوشش کی جاتی ہے، وہیں دوسری جانب نچلی سطح پر کرپشن اور امتیازی سلوک کی شکایات سامنے آتی ہیں، جس سے نہ صرف شہریوں کا اعتماد بری طرح مجروح ہوتا ہے بلکہ مقامی معیشت پر بھی اس کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ تنگ گلیوں میں ناجائز تجاوزات اور گھروں کے سامنے غیر قانونی پختہ تعمیرات کی وجہ سے گلیوں میں سے گزرنا بھی محال ہو چکا ہے اس کے علاوہ ہر گلی کی نکڑ پر لگے بیریئرز بھی قانون کا منہ چڑاتے نظر آتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ نمبر 2)

> کراچی کا مسئلہ محض وسائل کی کمی نہیں بلکہ گورننس کے ڈھانچے میں موجود بنیادی خامیاں اور حکومتی استعدادی کمزوری ہے۔

کراچی کے مسائل اور جدید شہری نظم و نسق کی ضرورت

ڈاکٹر بلال ظفر

کراچی پاکستان کی معیشت کا دل اور سب سے بڑا شہری مرکز ہے مگر اس کی موجودہ حالت اس کی اہمیت کے برعکس نظر آتی ہے۔ یہ شہر جو کبھی روشنیوں کا شہر کہلاتا تھا آج انتظامی انتشار، ناقص منصوبہ بندی اور کمزور گورننس کے باعث متعدد مسائل کا شکار ہے۔ نیویارک، لندن، ٹوکیو، بیجنگ اور دبئی جیسے دنیا کے بڑے شہروں نے بھی تیز رفتار شہری آبادی، انفراسٹرکچر کے دباؤ اور ماحولیاتی چیلنجز کا سامنا کیا مگر انہوں نے مضبوط ادارہ جاتی نظام، واضح اختیارات، مربوط پالیسی سازی اور طویل المدتی وژن کے ذریعے ان مسائل پر قابو پایا۔ کراچی کے لیے بھی یہی راستہ ناگزیر ہے لیکن یہاں سب سے بڑا مسئلہ وژن اور عملدرآمد کے درمیان خلا ہے۔ کراچی میں تجاوزات ایک مستقل مسئلہ بن چکی ہیں جہاں سڑکیں، فٹ پاتھ اور سرکاری اراضی غیر قانونی قبضوں کی نذر ہو جاتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف ٹریفک کا نظام درہم برہم ہوتا ہے بلکہ شہری منصوبہ بندی بھی متاثر ہوتی ہے۔ شہر کی بیشتر سڑکیں خستہ حال ہیں جن کی بروقت مرمت اور دیکھ بھال کا کوئی مؤثر نظام موجود نہیں۔ بارش کے دوران یہی سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر شہریوں کے لیے مزید مشکلات پیدا کرتی ہیں۔ پانی کی قلت اور نکاسی آب کا ناقص نظام کراچی کے سب سے سنگین مسائل میں شامل ہیں۔ شہریوں کو صاف پانی کی فراہمی کے لیے نجی ٹینکر مافیا پر انحصار کرنا پڑتا ہے جبکہ سیوریج کا نظام اکثر ناکارہ ہو جاتا ہے جس سے گندگی اور بدبو کا پھیلاؤ بڑھتا ہے اور صحت کے مسائل جنم لیتے ہیں۔ امن و امان اور شہری تحفظ بھی ایک بڑا چیلنج ہے۔ اگرچہ گزشتہ برسوں میں حالات میں کچھ بہتری آئی ہے مگر شہری اب بھی خود کو مکمل طور پر محفوظ محسوس نہیں کرتے۔ ٹریفک حادثات خاص طور پر ہیوی ٹریفک سے متعلق واقعات شہری زندگی کے لیے خطرہ بن چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ شہری سہولیات کی غیر مساوی تقسیم بھی ایک اہم مسئلہ ہے جہاں کچھ علاقوں میں بنیادی سہولیات موجود ہیں جبکہ دیگر علاقے مکمل طور پر محروم ہیں۔ اگر لاہور کا کراچی سے موازنہ کیا جائے تو حال ہی میں بسنت جیسے ثقافتی ایونٹس نے نہ صرف شہر کی مثبت شناخت کو اجاگر کیا بلکہ معاشی سرگرمیوں کو بھی فروغ دیا۔ ایسے ایونٹس سیاحت، مقامی کاروبار اور شہری ہم آہنگی کو بڑھاتے ہیں۔ لاہور میں حکومتی اور نجی شعبے کے درمیان نسبتاً بہتر ہم آہنگی نظر آتی ہے جس کے نتیجے میں شہری برانڈنگ اور ترقی ممکن ہوئی۔ اس کے برعکس کراچی میں بے پناہ معاشی صلاحیت ہونے کے باوجود شہری، کاروباری طبقہ اور مختلف سیاسی حکومتوں کے درمیان اعتماد اور تعاون کا فقدان ہے جس کی وجہ سے شہر اپنی مکمل صلاحیت حاصل نہیں کر پا رہا۔ کراچی کے مسائل کے حل میں ایک بڑی رکاوٹ یہ بھی ہے کہ تعمیری تنقید کو اکثر منفی انداز میں لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی ماہر، شہری یا ادارہ مسائل کی نشاندہی کرتا ہے تو اسے سیاسی مخالفت یا تنقید سمجھ کر رد کر دیا جاتا ہے حالانکہ دنیا کے ترقی یافتہ شہروں میں پالیسی سازی کے عمل میں تنقید کو ایک مثبت عنصر کے طور پر شامل کیا جاتا ہے۔ اس رویے کی تبدیلی کے بغیر اصلاحات کا عمل آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ادارہ جاتی سطح پر کراچی کا ڈھانچہ بھی خاصی پیچیدگی کا شکار ہے جہاں متعدد ادارے مختلف ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں مگر ان کے درمیان رابطے اور ہم آہنگی کا شدید فقدان ہے۔ دنیا کے دیگر بڑے شہروں میں بھی مختلف ادارے ہوتے ہیں لیکن وہاں واضح دائرہ اختیار اور مشترکہ حکمت عملی کے ذریعے مسائل کو حل کیا جاتا ہے۔ جدید دور میں "بین البلدیاتی مشترکہ خدمات کے فریم ورک" جیسے ماڈلز متعارف کروائے گئے ہیں جہاں مختلف بلدیاتی ادارے مل کر خدمات فراہم کرتے ہیں، وسائل کو مشترکہ طور پر استعمال کرتے ہیں اور کارکردگی کو بہتر بناتے ہیں۔ ادارہ جاتی اور میٹروپولیٹن گورننس کے تناظر میں گریٹر لندن اتھارٹی کا ماڈل بھی ایک قابل تقلید مثال ہے۔ اس ماڈل کے تحت چند بڑے شعبے جیسے ٹرانسپورٹ، پلاننگ، معاشی ترقی اور ماحولیات ایک مرکزی میٹروپولیٹن کے تحت آتے ہیں جبکہ دیگر خدمات مقامی سطح پر لندن بوروز فراہم کرتی ہیں۔ اس تقسیم اختیارات سے نہ صرف کارکردگی بہتر ہوتی ہے بلکہ جوابدہی بھی واضح رہتی ہے۔ کراچی جیسے بڑے شہر کے لیے بھی اسی نوعیت کے خصوصی قانون اور ادارہ جاتی ڈھانچے کی ضرورت ہے کیونکہ موجودہ میٹروپولیٹن نظام اس شہر کے پیچیدہ مسائل سے نمٹنے کے لیے ناکافی ثابت ہو رہا ہے۔ ایک اور اہم پہلو ادارہ جاتی صلاحیت یا استعداد کار کا بھی ہے۔ عمومی طور پر تمام خرابیوں کی ذمہ داری اکیلے میئر پر ڈال دی جاتی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کراچی جیسے کسی بھی میگا سٹی کو مؤثر انداز میں چلانے کے لیے ایک مضبوط، پیشہ ور اور تربیت یافتہ ٹیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ جبکہ بلدیہ عظمیٰ کراچی میں تمام محکموں کے پاس نہ تو مطلوبہ تکنیکی مہارت موجود ہے اور نہ ہی وسائل جس کے باعث پالیسیوں پر مؤثر عملدرآمد ممکن نہیں ہو پاتا۔ کراچی کے مسائل کا حل کسی ایک ادارے یا حکومت کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لیے وفاقی، صوبائی اور مقامی حکومتوں کے درمیان ہم آہنگی، سیاسی جماعتوں کے درمیان اتفاق رائے اور شہری و کاروباری برادری کی شمولیت ناگزیر ہے۔ اگر ایک واضح وژن کے تحت جدید گورننس ماڈلز، مؤثر قانون سازی اور ادارہ جاتی اصلاحات کو نافذ کیا جائے تو کراچی نہ صرف اپنے مسائل پر قابو پا سکتا ہے بلکہ خطے کا ایک جدید اور ترقی یافتہ شہر بھی بن سکتا ہے۔

مقامی حکومت

ریذیڈنٹ ایڈیٹر (کراچی)
شہریار جنجوعہ

ریذیڈنٹ ایڈیٹر (لاہور)
محمد یاسین ظفر

برائے رابطہ:
واٹس ایپ: 0300-8400373
ای میل: muqaami@hotmail.com
پوسٹ بکس 5191 ، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700

قیمت فی شمارہ: 50 روپے　　زرِ سالانہ: 1000 روپے

ایڈیٹر و پبلشر محمد بلال ظفر نے کے وائی پرنٹرز سے چھپوا کر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

میگا سٹی کراچی کا عالمی شہروں سے تقابل اور اصلاح کا راستہ

اداریہ

کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر، معاشی حب اور کروڑوں افراد کا مسکن ہونے کے باوجود آج بھی بنیادی شہری سہولیات کے بحران میں گھرا ہوا ہے۔ ملکی بارشوں کے بعد سڑکوں پر پانی جمع ہونا، صفائی کے مسائل، ٹریفک کا بے ہنگم نظام اور پانی کی قلت اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ شہر میں گورننس کا ڈھانچہ نہ صرف کمزور ہے بلکہ غیر مربوط بھی ہے۔ یہ صورتحال اس وقت مزید تشویشناک ہو جاتی ہے جب حکومتی قیادت کراچی کا تقابل دنیا کے کامیاب شہروں جیسے نیویارک اور ٹوکیو سے کرتے ہیں، جہاں بڑے پیمانے پر آبادی اور پیچیدہ شہری مسائل کے باوجود مؤثر حکمرانی کے ذریعے نظم و ضبط برقرار رکھا گیا ہے۔ نیویارک شہر میں شہری انتظامیہ ایک مضبوط اور بااختیار بلدیاتی نظام کے تحت کام کرتی ہے جہاں میئر کے پاس واضح اختیارات اور جوابدہی کا نظام موجود ہے۔ کچرے کی صفائی سے لے کر ٹرانسپورٹ اور ہنگامی صورتحال سے نمٹنے تک، ہر شعبہ ایک مربوط حکمت عملی کے تحت چلتا ہے۔ اسی طرح ٹوکیو دنیا کے منظم ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے جہاں ٹرانسپورٹ کا نظام نہایت مؤثر، صفائی کا معیار عالمی سطح کا اور شہری نظم و نسق انتہائی مربوط ہے۔ وہاں اداروں کے درمیان ہم آہنگی، ٹیکنالوجی کا استعمال اور قانون کی سختی سے عملداری اس کامیابی کی بنیادی وجوہات ہیں۔ اس کے برعکس کراچی میں سب سے بڑا مسئلہ ادارہ جاتی تقسیم اور اختیارات کی غیر واضح تقسیم ہے۔ ایک ہی شہر میں متعدد ادارے بلدیہ عظمیٰ، ٹاؤن کارپوریشنز، صوبائی محکمے، کنٹونمنٹ بورڈز اور دیگر اتھارٹیز مختلف اختیارات کے ساتھ کام کر رہے ہیں مگر ان کے درمیان مؤثر کوآرڈینیشن کا فقدان ہے۔ نتیجتاً جب بارش ہوتی ہے تو نکاسی آب کا نظام ناکام ہو جاتا ہے، جب کچرا جمع ہوتا ہے تو کوئی ایک ادارہ مکمل ذمہ داری لینے کو تیار نہیں ہوتا اور جب پانی کی قلت پیدا ہوتی ہے تو شہری نجی ٹینکرز کے رحم و کرم پر آ جاتے ہیں۔ یہ تمام مسائل اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ کراچی کا مسئلہ وسائل کی کمی نہیں بلکہ گورننس کے ڈھانچے کی خرابی ہے۔ عالمی شہروں کے تجربات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کامیاب شہری گورننس کے لیے چند بنیادی اصول ناگزیر ہیں۔ سب سے پہلے ایک بااختیار اور خودمختار بلدیاتی نظام کا قیام ضروری ہے جس کے پاس مالی اور انتظامی اختیارات ہوں۔ کراچی میں مقامی حکومت کو مضبوط کیے بغیر مسائل کا حل ممکن نہیں۔ دوم اداروں کے درمیان ہم آہنگی کو یقینی بنانے کے لیے ایک واضح کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم ہونا چاہیے تاکہ ہنگامی صورتحال میں فوری اور مؤثر ردعمل دیا جا سکے۔ سوم ٹیکنالوجی کا استعمال بڑھایا جائے، جیسے اسمارٹ ٹریفک مینجمنٹ، ویسٹ مینجمنٹ سسٹم اور پانی کی منصفانہ تقسیم کے لیے ڈیجیٹل مانیٹرنگ۔ مزید برآں، احتساب کا ایک مضبوط نظام قائم کرنا بھی ناگزیر ہے تاکہ بدعنوانی اور نااہلی کا سدباب کیا جا سکے۔ شہریوں کی شمولیت کو بھی بڑھانا ہوگا جیسا کہ دنیا کے ترقی یافتہ شہروں میں کمیونٹی انگیجمنٹ کو گورننس کا حصہ بنایا جاتا ہے۔ کراچی میں اگر شہریوں کو فیصلہ سازی کے عمل میں شامل کیا جائے تو نہ صرف پالیسیوں کی قبولیت بڑھے گی بلکہ ان کے نفاذ میں بھی بہتری آئے گی۔ آخر میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ کراچی کے مسائل ناقابل حل نہیں، مگر ان کے حل کے لیے سیاسی عزم، ادارہ جاتی اصلاحات اور ایک واضح وژن کی ضرورت ہے۔ جب تک کراچی کو ایک مربوط اور بااختیار شہری نظام کے تحت نہیں چلایا جاتا اس وقت تک یہ شہر اپنی حقیقی صلاحیتوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ دنیا کے کامیاب شہروں کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ اب فیصلہ ہم نے کرنا ہے کہ کیا ہم ان سے سیکھ کر آگے بڑھنا چاہتے ہیں یا بدانتظامی کے اسی دائرے میں گھومتے رہیں گے۔

لاہور کی فضا میں رنگوں کی واپسی! بسنت 2026

(بقیہ صفحہ نمبر 1)

معاشی اعتبار سے بسنت 2026 نے لاہور کی معیشت میں ایک نئی روح پھونک دی اور اندازاً 4 سے 6 ارب روپے کی براہ راست اور بالواسطہ معاشی سرگرمیوں کو جنم دیا۔ پتنگ سازوں، ڈور بنانے والوں اور روایتی ہنرمندوں کے کاروبار کو نئی زندگی ملی جبکہ ہوٹل انڈسٹری مکمل طور پر بک رہی، چھتوں کے کرائے میں اضافہ ہوا اور سیاحتی سرگرمیوں میں نمایاں تیزی آئی۔ فوڈ اسٹریٹس، ٹرانسپورٹ، ایونٹ مینجمنٹ اور چھوٹے کاروباروں نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا جس سے نہ صرف روزگار کے مواقع پیدا ہوئے بلکہ غیر رسمی مقامی معیشت کو بھی تقویت ملی۔ یہ پہلو اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اگر ثقافتی ایونٹس کو بھرپور حکومتی تعاون اور مناسب انتظامی فریم ورک فراہم کیا جائے تو وہ مقامی معیشت کے لیے ایک طاقتور محرک ثابت ہو سکتے ہیں۔

سماجی سطح پر بسنت نے لاہور کی گمشدہ رونقوں کو واپس لاتے ہوئے لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جہاں خاندان، نوجوان اور مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد ایک ساتھ خوشیوں میں شریک ہوئے۔ چھتوں پر موسیقی، روایتی کھانوں اور پتنگ بازی کے ذریعے ایک ایسا ماحول پیدا ہوا جس نے نہ صرف ثقافتی شناخت کو زندہ کیا بلکہ سماجی ہم آہنگی کو بھی فروغ دیا۔ طویل عرصے بعد اس تہوار کی بحالی نے شہریوں کے اندر خوشی، امید اور اپنی زمین سے وابستگی کے جذبات کو تقویت دی، جو کسی بھی معاشرے کی مضبوطی کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

سیاسی اور انتظامی نقطہ نظر سے بسنت 2026 ایک اہم سنگ میل ثابت ہوا جس نے مریم نواز شریف کی قیادت میں ایک ایسے گورننس ماڈل کو اجاگر کیا جس میں روایت اور جدت کو یکجا کیا گیا۔ اس اقدام نے یہ پیغام دیا کہ حکومت نہ صرف عوامی ضروریات کو سمجھتی ہے بلکہ ان کی ثقافتی اقدار کو بھی اہمیت دیتی ہے، اور یہی توازن کسی بھی کامیاب حکومتی پالیسی کی بنیاد ہوتا ہے۔ بسنت کی کامیاب بحالی نے لاہور کو دوبارہ ایک ثقافتی اور سیاحتی مرکز کے طور پر اجاگر کیا اور ملک کے دیگر شہروں خصوصاً کراچی کے لیے بھی ایک مثال قائم کی کہ کس طرح مؤثر حکمرانی کے ذریعے مقامی سطح پر ترقی، خوشحالی اور سماجی استحکام کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ مریم نواز شریف نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے بسنت جیسی روایتی تقریبات جن کو ماضی کی حکومتوں نے خطرناک قرار دے کر بند کر دیا تھا اپنی حکومت کے لئے ایک چیلنج سمجھتے ہوئے ایک جدید اور مربوط شہری نظم و نسق کے تحت کامیاب کر دکھایا جس کو نا صرف ملکی سطح پر سراہا گیا بلکہ عالمی سطح پر بھی بھرپور پذیرائی ملی۔

دعووں کا شہر یا مسائل کا گڑھ؟

(بقیہ صفحہ نمبر 1)

صفائی ستھرائی کے حوالے سے صورتحال بدستور چیلنج بنی ہوئی ہے۔ سندھ سالڈ ویسٹ مینجمنٹ بورڈ کی موجودگی کے باوجود شہر کے مختلف علاقوں میں کچرے کے ڈھیر معمول کا منظر پیش کرتے ہیں، جو اس بات کی علامت ہے کہ وسائل کی دستیابی کے باوجود مؤثر نگرانی اور احتساب کا نظام بہت کمزور ہے۔ اسی طرح پانی کی قلت بھی ہمیشہ کی طرح ایک سنگین مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ جہاں کراچی واٹر اینڈ سیوریج کارپوریشن کی موجودگی کے باوجود شہریوں کی بڑی تعداد نجی ٹینکرز پر انحصار کرتی نظر آتی ہے۔ جس نے نہ صرف شہریوں کے مالی بوجھ میں اضافہ کیا بلکہ ایک غیر رسمی اور غیر قانونی منظم معیشت کو بھی فروغ دیا۔ ای چالان اور کیمروں کی تنصیب کا شور بھی پانی کا ایک بلبلہ ہی ثابت ہوا ہے ٹریفک اور ٹرانسپورٹ کے مسائل جوں کے توں موجود ہیں اور شہریوں کی مشکلات میں اضافہ کا سبب ہی بنے ہوئے ہیں۔ خستہ حال سڑکیں، بڑھتا ہوا رش اور پبلک ٹرانسپورٹ کی کمی نے کراچی والوں کی روزمرہ زندگی کو متاثر کیا ہوا ہے جبکہ یونیورسٹی روڈ پہ جاری ریڈ لائن جیسے پبلک ٹرانسپورٹ کے بڑے منصوبے تاحال سست روی کا شکار ہیں۔ یہ تمام عوامل اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ کراچی میں شہری نقل و حمل کے مسائل صرف انفراسٹرکچر کی بہتری تک محدود نہیں بلکہ حکومتی پالیسی اور ادارہ جاتی ہم آہنگی کے فقدان کے ساتھ ساتھ حکومتی نااہلی اور بدانتظامی کا نتیجہ بھی ہیں۔ اگر اس بدانتظامی کی چند نمایاں مثالوں کو دیکھا جائے تو سب سے پہلے ادارہ جاتی تقسیم سامنے آتی ہے جہاں ایک ہی شہر میں متعدد ادارے مختلف اختیارات کے ساتھ کام کر رہے ہیں مگر ان کے درمیان کوئی مؤثر رابطہ موجود نہیں اور نہ ہی اسکو مربوط بنانے کیلئے صوبائی حکومت کی جانب سے کوئی سنجیدہ کاوش نظر آتی ہے۔ بدانتظامی کی دوسری بڑی مثال نکاسی آب کا نظام ہے، جہاں ہر سال معمولی بارش بھی شہری زندگی کو مفلوج کر دیتی ہے، جو طویل المدتی منصوبہ بندی کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔ تیسری اہم مثال پانی کی فراہمی کا غیر منصفانہ نظام ہے، جہاں کراچی واٹر کارپوریشن جیسے ادارے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے میں ناکام نظر آتے ہیں اور شہری مہنگے داموں پانی کے ٹینکرز خریدنے پر مجبور ہیں۔ ورلڈ بینک کی طرف سے لیا گیا اربوں روپے کا قرض بھی پانی کے اس نظام میں بہتری لانے میں بری طرح ناکام رہا ہے۔ حکومتی نااہلی کی چوتھی مثال صفائی کے نظام کی کمزوری ہے، جہاں اربوں روپے خرچ ہونے کے باوجود شہر کی حالت میں کوئی بھی نمایاں بہتری نظر نہیں آتی۔ پانچویں مثال تجاوزات کے خلاف کارروائیوں میں شفافیت کا فقدان ہے، جس سے نہ صرف شہریوں کا اعتماد مجروح ہوتا ہے بلکہ گورننس کی ساکھ بھی متاثر ہوتی ہے۔ یہ تمام عوامل اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ کراچی کا مسئلہ محض وسائل کی کمی نہیں بلکہ گورننس کے ڈھانچے میں موجود بنیادی خامیاں اور حکومتی استعداد کی کمزوری ہے۔ جب تک اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی، ادارہ جاتی ہم آہنگی اور مؤثر احتساب کو یقینی نہیں بنایا جاتا، اس وقت تک کراچی جیسے میگا سٹی کے مسائل کا پائیدار حل ممکن نہیں۔ ان تمام شعبوں میں حکومتی بدانتظامی نے ایک بار پھر یہ واضح کر دیا کہ شہری گورننس میں اصلاحات ناگزیر ہیں اور اگر فوری اقدامات نہ کیے گئے تو مسائل مزید پیچیدہ ہو سکتے ہیں۔ گلی محلوں میں ناجائز تجاوزات اور گھروں کے سامنے غیر قانونی پختہ تعمیرات کی وجہ سے گلیوں میں سے گزرنا بھی محال ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ہر گلی کی نکڑ پر لگے بیریئرز بھی قانون کا منہ چڑاتے نظر آتے ہیں۔ خستہ حال سڑکیں، بڑھتا ہوا رش اور پبلک ٹرانسپورٹ کی کمی نے کراچی والوں کی روزمرہ زندگی کو متاثر کیا ہوا ہے جبکہ یونیورسٹی روڈ پہ جاری ریڈ لائن جیسے پبلک ٹرانسپورٹ کے بڑے منصوبے تاحال سست روی کا شکار ہیں۔

یورپ کے امیر ترین ملک

لکسمبرگ میں مقامی حکومتوں کا نظام

وسائل کے موثر استعمال اور علاقائی ترقی کے لیے بین البلدیاتی تعاون کا بہترین ماڈل

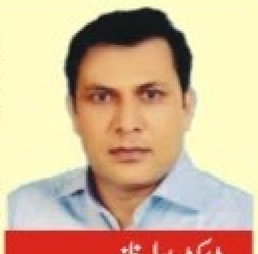

ڈاکٹر بلال ظفر

یورپ کے چھوٹے مگر انتہائی ترقی یافتہ ممالک میں شمار ہونے والا لکسمبرگ نہ صرف اپنی مضبوط معیشت بلکہ موثر انتظامی نظام کے لیے بھی جانا جاتا ہے۔ اس ملک کا مقامی حکومتوں کا نظام شہری خدمات کی فراہمی، مقامی ترقی اور عوامی نمائندگی کو یقینی بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اگرچہ لکسمبرگ کا رقبہ اور آبادی نسبتاً کم ہے لیکن فی کس آمدن یورپ میں سب سے زیادہ ہے تاہم یہاں بلدیاتی اداروں کو واضح اختیارات اور ذمہ داریاں دی گئی ہیں، جس کے باعث مقامی سطح پر فیصلہ سازی اور عوامی خدمات کی فراہمی موثر انداز میں ممکن ہوتی ہے۔ مقامی حکومتوں کے اس نظام کی بنیاد مقامی جمہوریت، انتظامی شفافیت اور شہریوں کی شرکت پر رکھی گئی ہے۔

تاریخی پس منظر

لکسمبرگ میں مقامی حکومت کے نظام کی جڑیں قرونِ وسطیٰ تک جاتی ہیں۔ اس دور میں یورپ کے دیگر علاقوں کی طرح یہاں بھی مختلف قصبوں اور بستیوں کو محدود انتظامی اختیارات حاصل تھے۔ ان علاقوں میں مقامی امور زیادہ تر مقامی حکمرانوں، جاگیرداروں یا مذہبی اداروں کی نگرانی میں چلائے جاتے تھے۔ تاہم تجارتی سرگرمیوں اور شہری مراکز کی ترقی کے ساتھ ساتھ بعض قصبوں کو مخصوص انتظامی مراعات بھی حاصل ہونے لگیں۔ انیسویں صدی میں یورپ بھر میں سیاسی اور انتظامی اصلاحات کا ایک سلسلہ شروع ہوا جس کا اثر لکسمبرگ پر بھی پڑا۔ 1843 کا میونسپل قانون (Municipal Law) اس حوالے سے ایک اہم سنگِ میل تھا۔ اس قانون کے تحت پہلی مرتبہ کمیونز کو واضح قانونی حیثیت دی گئی اور مقامی کونسلوں کے قیام، میئر کے اختیارات اور بلدیاتی انتظام کے بنیادی اصول متعین کیے گئے۔ اس قانون نے جدید بلدیاتی نظام کی بنیاد رکھی اور مقامی حکومتوں کو شہری خدمات کی فراہمی میں اہم کردار دیا۔ بیسویں صدی میں صنعتی ترقی، شہری آبادی میں اضافے اور جدید شہری ضروریات کے باعث مقامی حکومتوں کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہوا۔ مختلف انتظامی اصلاحات کے ذریعے بلدیاتی اداروں کو مزید منظم اور موثر بنایا گیا۔ حالیہ برسوں میں انتظامی سادگی کے لیے 2015 میں اضلاع (Districts) کا نظام ختم کر دیا گیا، جس کے بعد ملک کی انتظامی تقسیم مزید واضح ہو گئی۔

مقامی حکومتوں کا انتظامی ڈھانچہ

لکسمبرگ کا لوکل گورنمنٹ سسٹم بنیادی طور پر دو اہم سطحوں پر مشتمل ہے:

1. کینٹنز (Cantons)
2. کمیونز (Communes)

کینٹنز زیادہ تر جغرافیائی اور انتظامی تقسیم کی نمائندگی کرتے ہیں جبکہ کمیونز مقامی حکومت کی حقیقی اور فعال اکائی ہیں۔

کینٹنز (Cantons)

لکسمبرگ میں مجموعی طور پر 12 کینٹنز موجود ہیں جو تاریخی طور پر انتظامی اور علاقائی تقسیم کے اہم مراکز رہے ہیں۔ اگرچہ موجودہ دور میں ان کا عملی کردار نسبتاً محدود ہو چکا ہے تاہم یہ اب بھی مختلف انتظامی اور شماریاتی مقاصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ان کینٹنز میں Capellen، Clervaux، Diekirch، Echternach، Alzette-sur-Esch، Grevenmacher، Luxembourg، Mersch، Redange، Remich، Vianden اور Wiltz شامل ہیں۔ بنیادی طور پر کینٹنز کو انتظامی اور جغرافیائی تقسیم کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور یہ علاقائی سرکاری اداروں کے دائرہ اختیار کی حد بندی، قومی شماریات اور منصوبہ بندی نیز بعض علاقائی سطح کی سرکاری خدمات کی تنظیم میں معاون کردار ادا کرتے ہیں۔ تاہم یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ کینٹنز کے پاس براہ راست بلدیاتی اختیارات نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ شہری خدمات کی فراہمی کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

کمیونز (Communes)

لکسمبرگ میں کمیونز مقامی حکومت کی بنیادی اور سب سے اہم اکائی ہیں۔ ملک میں تقریباً 102 کے قریب کمیونز موجود ہیں جو شہری اور دیہی دونوں علاقوں میں بلدیاتی خدمات فراہم کرتی ہیں۔ ہر کمیون میں ایک منتخب بلدیاتی کونسل (Municipal Council) ہوتی ہے۔ اس کے ارکان کا انتخاب براہ راست عوام کے ووٹ سے کیا جاتا ہے۔ کونسل کے ارکان کی تعداد کمیون کی آبادی کے مطابق مختلف ہو سکتی ہے۔ بلدیاتی کونسل کا سربراہ میئر (Mayor) ہوتا ہے جو مقامی انتظامیہ کی قیادت کرتا ہے۔ میئر کے ساتھ ایک انتظامی ٹیم بھی ہوتی ہے جسے بورڈ آف ایلڈرمین کہا جاتا ہے۔ لکسمبرگ میں کمیونز شہریوں کی روزمرہ زندگی سے متعلق متعدد اہم خدمات فراہم کرتی ہیں اور ان کی ذمہ داریاں کئی شعبوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان میں شہری منصوبہ بندی اور مقامی ترقی ایک اہم شعبہ ہے جس کے تحت زمین کے استعمال کی منصوبہ بندی، رہائشی اور تجارتی منصوبوں کی منظوری، مقامی ترقیاتی منصوبوں کی تیاری اور شہری ماحول کی بہتری شامل ہیں۔ اسی طرح بنیادی انفراسٹرکچر کی فراہمی بھی کمیونز کی اہم ذمہ داری ہے۔ جس میں مقامی سڑکوں کی تعمیر و مرمت، فٹ پاتھوں اور پلوں کی دیکھ بھال اور عوامی مقامات و پارکوں کی نگہداشت شامل ہوتی ہے۔ پانی اور صفائی کے شعبے میں کمیونز پینے کے پانی کی فراہمی، سیوریج نظام کے انتظام اور کچرے کے انتظام اور ری سائیکلنگ کے نظام کو منظم کرتی ہیں۔ تعلیم کے میدان میں کمیونز ابتدائی اسکولوں کی عمارتوں کی دیکھ بھال اور بنیادی تعلیمی سہولتوں کی فراہمی میں کردار ادا کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ سماجی اور ثقافتی خدمات کے تحت کمیونٹی سینٹرز، کھیلوں کے میدان اور تفریحی مقامات قائم کیے جاتے ہیں اور مختلف ثقافتی سرگرمیوں اور تقریبات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ کمیونز شہری انتظامی خدمات بھی فراہم کرتی ہیں جن میں رہائشی رجسٹریشن، بلدیاتی اجازت ناموں کا اجراء اور شہری دستاویزات و سرٹیفکیٹس کی فراہمی شامل ہے۔

شہروں کی حیثیت

لکسمبرگ میں بعض کمیونز کو شہر کا درجہ دیا گیا ہے جو عموماً تاریخی، اقتصادی یا شہری اہمیت کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔ ملک میں تقریباً 12 مقامات کو شہر کا درجہ حاصل ہے جن میں نمایاں طور پر Luxembourg City، Alzette-sur-Esch، Differdange، Dudelange، Diekirch، Echternach، Grevenmacher، Remich، Wiltz اور Vianden شامل ہیں۔ تاہم ایک اہم حقیقت یہ ہے کہ یہ شہر دراصل کمیونز ہی ہوتے ہیں اور ان کی قانونی اور انتظامی ساخت دیگر کمیونز جیسی ہی ہوتی ہے۔ فرق بنیادی طور پر شہری آبادی کے حجم، اقتصادی سرگرمیوں کی سطح اور تاریخی اہمیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بڑے شہروں میں شہری منصوبہ بندی، اقتصادی سرگرمیوں کے انتظام اور ٹرانسپورٹ جیسے معاملات کے حوالے سے نسبتاً زیادہ وسیع انتظامی ذمہ داریاں بھی ہو سکتی ہیں۔

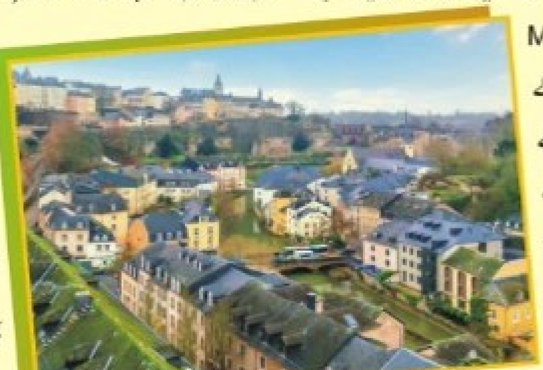

بین البلدیاتی تعاون

لکسمبرگ میں مقامی حکومت کے نظام کی ایک اہم خصوصیت بین البلدیاتی تعاون ہے، جس کے تحت مختلف کمیونز مشترکہ طور پر بعض عوامی خدمات کی فراہمی کے لیے ادارے یا انتظامی ڈھانچے قائم کرتی ہیں۔ چونکہ ملک میں کمیونز کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے اور ان میں سے کئی آبادی اور وسائل کے لحاظ سے چھوٹی ہیں اس لیے بعض خدمات کو انفرادی طور پر فراہم کرنا مشکل یا مہنگا ہو سکتا ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے متعدد کمیونز مل کر مشترکہ انتظامی ادارے بناتی ہیں جنہیں عموماً بین البلدیاتی یونینز یا تعاون کے ادارے کہا جاتا ہے۔ لکسمبرگ میں اس نوعیت کے درجنوں مشترکہ ادارے مختلف شعبوں میں خدمات فراہم کر رہے ہیں۔ ان کے ذریعے خاص طور پر کچرے کے انتظام اور ری سائیکلنگ کے مشترکہ نظام چلائے جاتے ہیں جن میں کئی کمیونز مل کر فضلہ جمع کرنے، اسے الگ کرنے اور ماحول دوست طریقوں سے تلف کرنے کا انتظام کرتی ہیں۔ اسی طرح پانی کی فراہمی اور سیوریج کے بعض بڑے منصوبے بھی مشترکہ طور پر چلائے جاتے ہیں تاکہ پانی کے وسائل کا بہتر استعمال ممکن ہو اور اخراجات میں کمی آئے۔ اس کے علاوہ علاقائی سطح پر پبلک ٹرانسپورٹ کے کچھ منصوبے بھی کمیونز کے تعاون سے چلائے جاتے ہیں تاکہ قریبی علاقوں کے درمیان آمد و رفت کو آسان بنایا جا سکے۔ اس نوعیت کے تعاون سے نہ صرف مالی وسائل کا بہتر استعمال ممکن ہوتا ہے بلکہ چھوٹے بلدیاتی ادارے بھی بڑی اور تکنیکی نوعیت کی خدمات فراہم کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً شہریوں کو بہتر معیار کی خدمات ملتی ہیں اور مختلف علاقوں میں ترقی اور سہولتوں کا توازن برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

مقامی حکومتوں کا مالیاتی نظام

کمیونز کی آمدنی مختلف ذرائع سے حاصل ہوتی ہے جن میں مقامی ٹیکس، جائیداد ٹیکس، بلدیاتی خدمات کی فیسیں اور مرکزی حکومت کی جانب سے دی جانے والی گرانٹس شامل ہیں۔ یہ مالی وسائل مقامی حکومتوں کو اپنی انتظامی اور ترقیاتی ذمہ داریاں موثر انداز میں ادا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ مرکزی حکومت کم وسائل رکھنے والی کمیونز کو اضافی مالی معاونت بھی فراہم کرتی ہے تاکہ ملک کے مختلف علاقوں میں شہری خدمات کی فراہمی کا معیار متوازن اور یکساں برقرار رکھا جا سکے۔

مقامی جمہوریت اور شہریوں کی شرکت

لکسمبرگ میں بلدیاتی انتخابات ہر چھ سال بعد منعقد ہوتے ہیں۔ شہری براہ راست بلدیاتی کونسل کے ارکان کو منتخب کرتے ہیں۔ مقامی حکومت کا نظام شہریوں کی شرکت کو فروغ دیتا ہے اور اکثر بلدیاتی فیصلے عوامی مشاورت کے ذریعے کیے جاتے ہیں۔ اس نظام کی بدولت مقامی سطح پر عوامی نمائندگی اور شفافیت کو مضبوط بنایا گیا ہے۔

پاکستان کے لیے قابلِ عمل اسباق

لکسمبرگ کا مقامی حکومت کا نظام کئی حوالوں سے پاکستان کے لیے اہم اسباق فراہم کرتا ہے۔ سب سے پہلا اہم سبق یہ ہے کہ مقامی حکومتوں کو مضبوط قانونی و آئینی تحفظ فراہم کیا جائے۔ بلدیاتی اداروں کو آئین کے آرٹیکل A-140 کے تحت واضح آئینی اور قانونی حیثیت دینا ضروری ہے تاکہ وہ سیاسی تبدیلیوں یا حکومتی اتار چڑھاؤ سے متاثر نہ ہوں اور ان کا تسلسل برقرار رہے۔ دوسرا اہم سبق مالیاتی خودمختاری کا ہے۔ مقامی حکومتوں کو اپنے وسائل پیدا کرنے اور انہیں استعمال کرنے کا اختیار دینا چاہیے تاکہ وہ مقامی ضروریات کے مطابق ترقیاتی منصوبے شروع کر سکیں اور شہری خدمات کو بہتر بنا سکیں۔ تیسرا سبق شہری منصوبہ بندی میں مقامی کردار کو مضبوط بنانے سے متعلق ہے۔ شہری ترقی، زمین کے استعمال اور مقامی انفراسٹرکچر کے فیصلوں میں بلدیاتی اداروں کو مرکزی کردار دینا موثر شہری نظم و نسق کے لیے ضروری ہے۔ چوتھا سبق بین البلدیاتی یا مشترکہ بلدیاتی تعاون کا ہے جس کے تحت قریبی بلدیاتی ادارے بعض خدمات اور منصوبوں کو مشترکہ طور پر چلا سکتے ہیں، خاص طور پر کچرے کے انتظام، پانی کی فراہمی اور ٹرانسپورٹ جیسے شعبوں میں۔ پانچواں اہم سبق بلدیاتی نظام کے تسلسل کو یقینی بنانا ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ مقامی حکومتوں کے انتخابات باقاعدگی سے اور مقررہ وقت پر منعقد کیے جائیں تاکہ جمہوری عمل نچلی سطح تک مضبوط ہو اور عوامی نمائندگی برقرار رہے۔

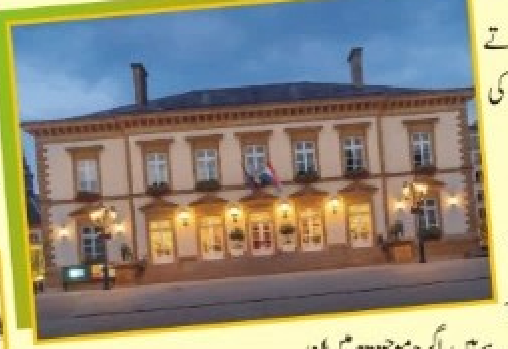

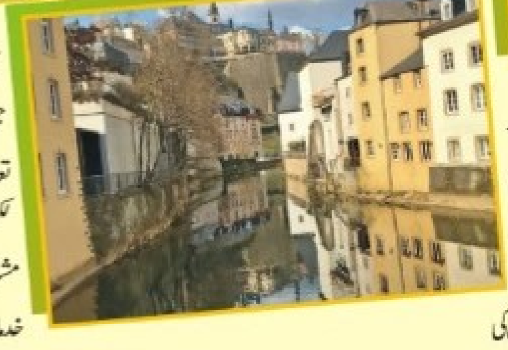

اسلام آباد میں بلدیاتی انتخابات میں بار بار تاخیر نچلی سطح کی جمہوریت پر حملہ ہے، رپورٹ

رضوان اذان

اسلام آباد: وفاقی دارالحکومت میں بلدیاتی انتخابات پانچ برسوں میں چھ مرتبہ مؤخر کیے جانے کو نچلی سطح کی جمہوریت پر براہ راست حملہ قرار دیتے ہوئے پتن-کولیشن 38 (انجمنوں، کمیونٹی تنظیموں، مزدور یونینز اور انسانی حقوق کے کارکنوں کا نیٹ ورک) نے اپنی تازہ تحقیقی رپورٹ میں کہا ہے کہ اس عمل سے نہ صرف عوامی نمائندگی کا آئینی حق مجروح ہوا بلکہ الیکشن کمیشن آف پاکستان کی انتظامیہ کے ماتحت ہونے کے بارے میں بھی سنگین سوالات اٹھے ہیں۔ جمعہ کو جاری ہونے والی رپورٹ کے مطابق وفاقی دارالحکومت میں جمہوری شرکت کو منظم انداز میں روکا گیا جس کی بھاری مالی اور سیاسی قیمت ادا کرنا پڑی۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ منسوخ کیے گئے دو انتخابات میں مجموعی طور پر 7,866 امیدواروں نے 3 کروڑ 7 لاکھ 40 ہزار روپے بطور کاغذات نامزدگی فیس جمع کرائی، جبکہ قانونی چارہ جوئی اور انتخابی مہم پر بھی خطیر اخراجات کیے گئے۔ دونوں منسوخ انتخابات پر مجموعی تخمینہ شدہ اخراجات 54 کروڑ 43 لاکھ روپے تک پہنچ گئے۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ یہ صرف مالی نقصان نہیں بلکہ شہریوں کے آئینی حق نمائندگی کی بھی نفی ہے۔ سروے کے مطابق 70 فیصد امیدواروں اور 61 فیصد ووٹرز نے قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران آرڈیننس کے ذریعے لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2015 میں کی گئی ترامیم کی مخالفت کی۔ 66 فیصد امیدواروں اور 49 فیصد ووٹرز نے میٹروپولیٹن کارپوریشن کے خاتمے کو مسترد کیا، جبکہ 50 فیصد سے زائد نے ٹاؤن کارپوریشنز کے لیے بالواسطہ انتخابات کی مخالفت کی۔ مزید یہ کہ 90 فیصد امیدواروں اور 60 فیصد ووٹرز نے مزدور/کسان نشستوں میں تاجروں اور ٹیکنوکریٹس کی شمولیت کو رد کیا۔ رپورٹ کے مطابق یہ ترامیم اسٹیک ہولڈرز سے مشاورت کے بغیر آرڈیننس کے ذریعے متعارف کرائی گئیں جسے عوام نے اختیارات کو مرکزیت دینے اور منتخب بلدیاتی اداروں کو کمزور کرنے کی کوشش قرار دیا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ ان ترامیم کی مخالفت کرنے والے 40 فیصد امیدوار حکمران جماعتوں سے تعلق رکھتے تھے، جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ مزاحمت جماعتی حدود سے بالاتر ہے۔ انتخابات میں تاخیر کی وجوہات پر رپورٹ میں کہا گیا کہ ایک تہائی سے زائد افراد کا خیال ہے کہ حکمران جماعتوں کو شکست کے خدشے کے باعث انتخابات مؤخر کیے گئے۔ تقریباً 40 فیصد نے بیوروکریسی کو ذمہ دار ٹھہرایا اور دعویٰ کیا کہ سرکاری افسران منتخب نمائندوں کے ماتحت کام کرنے سے گریزاں ہیں، جبکہ 10 فیصد سے زائد کا کہنا تھا کہ ارکان قومی اسمبلی ترقیاتی فنڈز اور سرپرستی کے نظام پر اپنی اجارہ داری برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ رپورٹ میں سیاسی جماعتوں کے اندرونی ڈھانچے پر بھی تشویش کا اظہار کیا گیا اور بتایا گیا کہ 71 فیصد عہدیداران کو پارٹی قیادت نے نامزد کیا جبکہ صرف 29 فیصد اندرونی انتخابات کے ذریعے منتخب ہوئے، جو مقامی سطح پر جمہوری خلا کی عکاسی کرتا ہے۔ سفارشات میں کہا گیا کہ منسوخ انتخابات کے امیدواروں کو الیکشن کمیشن فوری طور پر نامزدگی فیس واپس کرے اور حکومت مالی نقصانات کا ازالہ کرے۔ یونین کونسلز کے انتخابات ایک ہی دن کے بجائے مرحلہ وار، ہر دو سال بعد 20 فیصد کے تناسب سے کرانے کی تجویز بھی دی گئی تاکہ مقامی حکمرانی کا تسلسل برقرار رہے۔ رپورٹ میں متنازع ترامیم پر ریفرنڈم کرانے، بلدیاتی اداروں کو آئینی تحفظ دینے اور سیاسی، مالی و انتظامی خودمختاری کی ضمانت فراہم کرنے پر زور دیتے ہوئے کہا گیا کہ تاخیر کا شکار جمہوریت دراصل انکارِ جمہوریت کے مترادف ہے۔

راولپنڈی میں سکیورٹی ہائی الرٹ، کرایہ داری ایکٹ کی خلاف ورزی پر 31 افراد گرفتار

راولپنڈی: سرحدی اور مجموعی سکیورٹی صورتحال کے پیش نظر راولپنڈی سمیت صوبہ پنجاب بھر میں ہائی الرٹ جاری کر دیا گیا ہے جبکہ پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں نے سرچ اور کومبنگ آپریشن شروع کر دیا ہے۔ کرایہ داری ایکٹ کی خلاف ورزی پر 31 افراد کو گرفتار کر کے مقدمات درج کر لیے گئے۔ پولیس حکام کے مطابق سکیورٹی سخت کرنے کے لیے پولیس لائنز ہیڈ کوارٹر اور دیگر دفاتر میں داخلے کے وقت افسران اور اہلکاروں کو اپنے محکمانہ کارڈ نمایاں طور پر آویزاں کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ شاپنگ مالز، بازاروں، تعلیمی اداروں اور حساس سرکاری تنصیبات کی سکیورٹی بھی بڑھا دی گئی ہے۔ سی پی او راولپنڈی سید خالد محمود ہمدانی نے ایس ایس پی آپریشنز اور ڈویژنل ایس پیز کو ہدایت کی ہے کہ وہ فیلڈ میں سکیورٹی ڈیوٹی پر مامور اہلکاروں کو بریف کریں اور انتظامات کا خود جائزہ لیں۔ محکمہ پولیس کے ملازمین کو پولیس لائنز اور دفاتر میں داخلے کے وقت یونیفارم پر محکمانہ کارڈ نمایاں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مغربی سرحدی صورتحال کے تناظر میں پنجاب بھر میں ہائی الرٹ جاری کیا گیا جبکہ جمعہ کے اجتماعات کے لیے فول پروف سکیورٹی انتظامات کیے گئے۔ انسپکٹر جنرل پنجاب ڈاکٹر عثمان انور کی زیر صدارت ویڈیو لنک اجلاس میں آر پی او اور سی پی او راولپنڈی سید خالد محمود ہمدانی، ایڈیشنل آئی جی اسپیشل برانچ عمران احمر، سی سی پی او لاہور، ایڈیشنل آئی جی ساؤتھ پنجاب، ایڈیشنل آئی جی سی ٹی ڈی سمیت تمام آر پی اوز، سی پی اوز اور ڈی پی اوز نے شرکت کی۔ آئی جی پنجاب نے صوبہ بھر میں، خصوصاً راولپنڈی اور لاہور میں سکیورٹی مزید سخت کرنے اور مساجد، عبادت گاہوں اور اہم تنصیبات کے انتظامات کا خود جائزہ لینے کی ہدایت کی۔ بین الصوبائی چیک پوسٹس، تھانوں اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کی عمارتوں کی سکیورٹی بھی سخت کر دی گئی ہے۔ چینی ماہرین اور دیگر غیر ملکی شہریوں کی حفاظت بڑھانے اور غیر قانونی مقیم غیر ملکیوں، بالخصوص افغان باشندوں کے خلاف مہم تیز کرنے کا بھی حکم دیا گیا۔ سیف سٹیز اتھارٹی کو حساس مقامات، مارکیٹوں اور کاروباری مراکز کی کیمروں کے ذریعے مسلسل نگرانی یقینی بنانے اور حکومت پنجاب کی جانب سے ڈرون کے استعمال پر دفعہ 144 کے نفاذ پر عملدرآمد کی ہدایت کی گئی۔ آئی جی کی ہدایات کے بعد راولپنڈی پولیس نے دھمیال، جاتلی، سول لائنز، وارث خان، نیو ٹاؤن اور روات تھانوں کی حدود میں سرچ اور کومبنگ آپریشن کیے۔ کرایہ داری ایکٹ کی خلاف ورزیوں کے خلاف کریک ڈاؤن کے دوران 31 افراد کو حراست میں لے کر مقدمات درج کیے گئے۔

اسلام آباد میں 20 فروری سے موٹر سائیکلوں پر ایم ٹیگ لازمی قرار

اسلام آباد: وفاقی دارالحکومت میں 20 فروری سے موٹر سائیکلوں پر ایم ٹیگ لگوانا لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔ انتظامیہ کے مطابق منگل کو اس فیصلے کا اعلان کیا گیا اور اس سلسلے میں مہم کا دوسرا مرحلہ رواں ہفتے باقاعدہ طور پر شروع کیا جا رہا ہے۔ موٹر سائیکل سوار 20 فروری کو صبح 10 بجے سے ایم ٹیگ حاصل کر سکیں گے۔ ایم ٹیگ حاصل کرنے کے لیے موٹر سائیکل کے کاغذات اور قومی شناختی کارڈ ساتھ لانا لازمی ہوگا۔ انتظامیہ کا کہنا ہے کہ تمام اقسام کی موٹر سائیکلوں، چاہے وہ نجی استعمال کے لیے ہوں یا آن لائن رائیڈنگ سروسز کے لیے، ایم ٹیگ لگوانا ضروری ہوگا۔ شہر کے مختلف علاقوں میں 13 مقامات پر ایم ٹیگ کی تنصیب کا عمل جاری ہے۔ حکام نے شہریوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس مہم میں تعاون کریں کیونکہ اس اقدام کا مقصد شہریوں کی جان و مال کا تحفظ یقینی بنانا اور سفر کو زیادہ محفوظ بنانا ہے۔

راولپنڈی ڈویژن میں کھلے مین ہولز کا ریکارڈ موجود نہیں، کمشنر کا 24 گھنٹوں میں مکمل سروے کا حکم

راولپنڈی: لاہور میں پیش آنے والے حالیہ واقعے کے بعد راولپنڈی ڈویژن میں کھلے مین ہولز سے متعلق ڈیٹا کی عدم دستیابی سامنے آنے پر کمشنر راولپنڈی عامر خٹک نے ڈویژن کے تمام ڈپٹی کمشنرز کو فوری سروے کر کے 24 گھنٹوں میں رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت جاری کر دی ہے۔ کمشنر آفس میں منعقدہ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ راولپنڈی، اٹک، چکوال، مری اور جہلم میں یونین کونسل کی سطح پر ٹیمیں تشکیل دی جائیں جو اپنے علاقوں کا مکمل سروے کر کے کھلے یا خراب مین ہولز کی نشاندہی کریں اور تفصیلی رپورٹ جمع کرائیں۔ اجلاس میں منیجنگ ڈائریکٹر واسا سلیم اشرف، ڈی جی پارکس اینڈ ہارٹیکلچر اتھارٹی احمد حسن رانجھا، ڈائریکٹر ہیلتھ، چیف آفیسر راولپنڈی میٹروپولیٹن کارپوریشن اور دیگر متعلقہ افسران نے شرکت کی، جبکہ مری، اٹک، چکوال اور جہلم کے ڈپٹی کمشنرز ویڈیو لنک کے ذریعے شریک ہوئے۔ اجلاس کو بتایا گیا کہ راولپنڈی شہر میں واسا کے تقریباً 36 ہزار مین ہولز موجود ہیں، تاہم گیریژن سٹی کے صرف 40 فیصد حصے میں سیوریج سسٹم دستیاب ہے۔ واسا حکام کا کہنا تھا کہ بیشتر مین ہولز ڈھکے ہوئے ہیں اور ادارے نے اضافی ڈھکن بھی خرید لیے ہیں۔ ان رپورٹس کی روشنی میں کمشنر نے ہدایت کی کہ اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ کسی بھی مقام پر کوئی مین ہول کھلا نہ رہے۔ انہوں نے کہا کہ مین ہول کورز اور صفائی کے معاملات پنجاب کی وزیر اعلیٰ کے پرفارمنس مانیٹرنگ انڈیکیٹرز میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ یہ براہ راست عوامی تحفظ سے جڑے ہوئے ہیں، اس لیے کسی قسم کی غفلت برداشت نہیں کی جائے گی۔ کمشنر نے شہریوں سے بھی اپیل کی کہ وہ اپنی حفاظت کے پیش نظر اپنے اردگرد کسی بھی کھلے یا ٹوٹے ہوئے مین ہول کی فوری اطلاع متعلقہ انتظامیہ کو دیں۔ انہوں نے ہدایت کی کہ مین ہول کورز اور صفائی سے متعلق تمام عوامی شکایات کا فوری ازالہ کیا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جاری ترقیاتی منصوبوں کے مقامات پر عوامی تحفظ کو اولین ترجیح دی جائے اور تمام ضروری حفاظتی اقدامات یقینی بنائے جائیں۔ تعمیراتی مشینری یا جاری کام راہگیروں کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں، لہٰذا ایسے مقامات کو مکمل طور پر محفوظ بنایا جائے اور نمایاں انتباہی سائن بورڈز نصب کیے جائیں۔

خواتین کے لیے اسکوٹی ٹریننگ اسکول کا افتتاح

سلام آباد: اسلام آباد ٹریفک پولیس نے خواتین کی محفوظ سفری سہولت کو فروغ دینے اور ان کی نقل و حرکت کے مسائل کے حل کے لیے منگل کے روز "اڑان اسکوٹی اینڈ موٹر رائیڈنگ اسکول" کا افتتاح کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق انسپکٹر جنرل پولیس اسلام آباد سید علی ناصر رضوی نے خواتین کے لیے قائم اس اسکول کا افتتاح کیا۔ اس سلسلے میں اسلام آباد ٹریفک پولیس ہیڈ کوارٹرز فیض آباد میں ایک باوقار تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب میں آئی جی اسلام آباد بطور مہمانِ خصوصی شریک ہوئے جبکہ اسلام آباد پولیس کے سینئر افسران، خواتین پولیس اہلکاروں، شرکاء اور شہریوں کی بڑی تعداد بھی موجود تھی۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے آئی جی اسلام آباد نے کہا کہ اڑان اقدام خواتین کے اعتماد اور خودمختاری کی علامت ہے جہاں انہیں گاڑی، موٹر سائیکل اور اسکوٹی چلانے کی باقاعدہ تربیت دی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ یہ منصوبہ خواتین کو محفوظ اور خودمختار سفر کی سہولت فراہم کرنے کی جانب ایک اہم قدم ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اسلام آباد ٹریفک پولیس کا اڑان پروگرام خواتین کے خوابوں کو حقیقت میں بدلنے کی عملی کوشش ہے اور اس کے ذریعے انہیں آزاد اور محفوظ سفر کے مواقع میسر آئیں گے۔ "آئی ٹی پی اڑان اسکوٹی اینڈ موٹر رائیڈنگ اسکول" میں بین الاقوامی معیار کے مطابق تربیت کی مکمل سہولیات فراہم کی گئی ہیں۔ اسکول میں جدید ڈرائیونگ ٹریک اور عملی تربیت کے لیے خصوصی انتظامات موجود ہیں۔ اس ادارے میں پیشہ ورانہ تربیت خواتین انسٹرکٹرز فراہم کریں گی جبکہ کورس مکمل کرنے والی خواتین کو باقاعدہ سرٹیفکیٹ بھی جاری کیا جائے گا۔ یہ سہولت بالخصوص جڑواں شہروں کی طالبات اور ملازمت پیشہ خواتین کے لیے شروع کی گئی ہے تاکہ وہ اپنی پیشہ ورانہ مہارتوں میں اضافہ کر سکیں۔

پنجاب میں شہری بنیادی انفراسٹرکچر کے تحفظ کے لیے سخت قانون نافذ

مین ہول ڈھکن اور اسٹریٹ لائٹس کی چوری پر 3 سال قید، 30 لاکھ جرمانہ

یاسین ظفر

لاہور (نمائندہ مقامی حکومت) پنجاب حکومت نے شہری انفراسٹرکچر کے تحفظ کے لیے سخت قانون نافذ کر دیا ہے، جس کے تحت مین ہول کورز، اسٹریٹ لائٹس اور حفاظتی باڑ کی چوری ناقابلِ ضمانت جرم قرار دی گئی ہے۔ نئے قانون کے مطابق چوری پر کم از کم ایک سال اور زیادہ سے زیادہ تین سال قید کے ساتھ 2 لاکھ سے 30 لاکھ روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔ اسکریپ ڈیلرز اور ری رولنگ پلانٹس کے لیے خلاف ورزی پر 10 لاکھ روپے تک جرمانہ اور قید کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ ''پنجاب پبلک یوٹیلیٹیز انفراسٹرکچر پروٹیکشن آرڈیننس 2026 (IV آف 2026)'' 19 فروری کو سردار سلیم حیدر خان نے آئین کے آرٹیکل 128(1) کے تحت نافذ کیا۔ آرڈیننس صوبے بھر میں لاگو ہوگا اور عوامی بنیادی ڈھانچے کی چوری، غیر قانونی ہٹانا، قبضہ، نقل وحمل، فروخت یا خریداری اور جان بوجھ کر نقصان پہنچانا قابلِ تعزیر جرم قرار دیا گیا ہے۔ ''عوامی بنیادی ڈھانچہ'' میں مین ہول ڈھکن، اسٹریٹ لائٹس، حفاظتی باڑیں اور دیگر اشیاء شامل ہیں جنہیں حکومت نوٹیفکیشن کے ذریعے شامل کر سکے گی۔ قانون کے تحت اسکریپ ڈیلرز اور ری رولنگ پلانٹس عوامی بنیادی ڈھانچے کی اشیاء صرف اسی صورت خرید یا پروسیس کر سکیں گے جب وہ مستقل طور پر ''ڈیفارم'' کی گئی ہوں، یعنی دوبارہ استعمال کے قابل نہ رہیں۔ خلاف ورزی پر تین سال قید یا 10 لاکھ روپے تک جرمانہ یا دونوں سزائیں ہو سکتی ہیں۔ ضبط شدہ اشیاء کی موجودگی پر ملزم کو خلاف ثابت کرنا ہوگا، بصورتِ دیگر جرم ثابت سمجھا جائے گا۔ نفاذ کے لیے حکومت کسی مجاز ادارے کو نامزد کر سکے گی، جس میں پنجاب انفورسمنٹ اینڈ ریگولیٹری اتھارٹی یا دیگر ایجنسیاں شامل ہو سکتی ہیں۔ اہلکاروں کو چیکنگ، ریکارڈ طلبی، ضبطی اور سیلنگ کے اختیارات حاصل ہوں گے۔ مقدمات ناقابلِ ضمانت اور فاسٹ ٹریک بنیادوں پر تین ماہ میں نمٹائے جائیں گے۔ اگر جرم کے دوران جسمانی نقصان یا ہلاکت ہو تو سزا پاکستان پینل کوڈ کے تحت دی جائے گی۔ آرڈیننس میں متعلقہ محکموں اور مقامی حکومتوں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ شہری تنصیبات کی بروقت مرمت و تبادل، معائنہ، ریکارڈ کی دیکھ بھال اور کم از کم 10 فیصد ریزرو اسٹاک برقرار رکھیں۔ کسی تنصیب کے غائب یا نقصان کی صورت میں فوری حفاظتی رکاوٹیں اور وارننگ سائن بورڈ لگانا لازم ہوگا، بصورتِ دیگر ذمہ دار افسر کے خلاف تادیبی کارروائی ہوگی۔ عوامی شکایات کے لیے ''وِسل بلوئر'' میکانزم بھی متعارف کرایا گیا ہے، جبکہ نیک نیتی سے کارروائی کرنے والے اہلکاروں کو قانونی تحفظ حاصل ہوگا۔

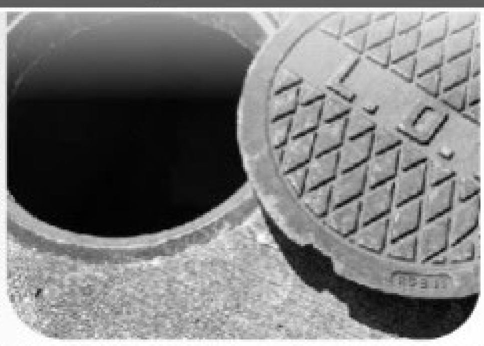

مری کے لیے اربوں روپے کا تاریخی ترقیاتی پیکیج منظور

بڑے سیاحتی و شہری منصوبوں کی منظوری

ملک آصف رضا

مری (نمائندہ مقامی حکومت) مری کی تاریخ کے سب سے بڑے ترقیاتی پروگرام کے لیے اربوں روپے کے تاریخی ڈویلپمنٹ پیکیج کی منظوری دے دی گئی۔ اجلاس کی صدارت صدر پاکستان مسلم لیگ (ن) محمد نواز شریف اور وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف نے گورنمنٹ ہاؤس مری میں کی۔ اجلاس میں مری ڈویلپمنٹ پلان کا تفصیلی جائزہ لیا گیا جبکہ سینئر صوبائی وزیر مریم اورنگزیب نے جاری اور مجوزہ منصوبوں پر بریفنگ دی۔ اجلاس میں کوٹلی ستیاں کو پنجاب کا جدید ترین ٹورازم ہب بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ وزیراعلیٰ نے کوٹلی ستیاں میں ٹورازم کی 14 اسکیموں کی منظوری دے دی جن میں ایکو فرینڈلی گلیمپنگ پوڈ ولیج و ریزارٹ، پنجاب کا پہلا پیرا گلائیڈنگ سینٹر، اسکائی گلاس برج اور نئی چیئر لفٹ شامل ہیں۔ پتریاٹہ چیئر لفٹ کی مرمت و اپ گریڈیشن کی منظوری بھی دی گئی۔ مری گلاس ٹرین منصوبے پر بریفنگ میں بتایا گیا کہ مونوریل کے لیے مارچ میں بڈنگ ہوگی، جبکہ لیک ویو پارک تا مری بس اسٹینڈ 40 کلومیٹر طویل روٹ پر گلاس ٹرین چلانے اور اسے اسلام آباد ایئرپورٹ سے مظفرآباد تک توسیع دینے پر اصولی اتفاق ہوا۔ مری کی تاریخی عمارتوں کو قدیمی طرز پر بحال کرنے اور ان کے تحفظ کے لیے علیحدہ شعبہ قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ مال روڈ مری کی 23 عمارتوں اور 76 دکانوں کی تزئین و بحالی مکمل کی جائے گی۔ شہر کے قدرتی حسن کو متاثر کرنے والی غیر قانونی سہ منزلہ عمارتیں ہٹانے، ان کی جگہ پارکس اور گرین ایریاز بنانے اور اپر جھیکا گلی میں سڑک کی توسیع کا فیصلہ کیا گیا۔ بھوربن میں 50 بستروں کا اسپتال اور بس اسٹینڈ کے ساتھ واٹر سپلائی اسکیم مکمل کی جائے گی۔ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے تحت مری ہوٹل کمپلیکس بنانے پر اتفاق ہوا، جبکہ ڈپٹی کمشنر کو موزوں مقام کی نشاندہی کی ہدایت دی گئی۔ واٹر سپلائی اسکیموں میں پیش رفت سے 2.8 ملین گیلن اضافی پانی کی فراہمی ممکن بنائی جا رہی ہے، جس سے پانی کی دستیابی کا دورانیہ پانچ سے سات گھنٹے کے بجائے ایک سے دو گھنٹے رہ جائے گا۔ رین واٹر ہارویسٹنگ منصوبے کا پہلا مرحلہ مکمل ہو چکا ہے اور دوسرے مرحلے میں تین ہزار گھر مستفید ہوں گے۔ راولپنڈی میں بھی اسی نوعیت کے منصوبے کے لیے اقدامات کی ہدایت دی گئی۔ روڈ انفراسٹرکچر کے حوالے سے بتایا گیا کہ مری اور مضافات میں 70 سڑکیں مکمل جبکہ 120 دوسرے مرحلے میں زیرِ تعمیر ہیں۔ بوستال موڑ تا بروری روڈ اور مری ایکسپریس تا پتریاٹہ روڈ کی بحالی جاری ہے، جبکہ راولپنڈی، مری اور کشمیر روڈ کو اسٹیٹ آف دی آرٹ بنانے کا اصولی فیصلہ ہوا۔ برفباری کے دوران بہترین کارکردگی پر ڈپٹی کمشنر مری ظہیر شیرازی اور ٹیم کو سراہا گیا، جدید مشینری سے برف ہٹانے کے باعث سڑکیں بروقت کھول دی گئیں۔ مری پی ایچ اے شہری بیوٹی فکیشن جبکہ واسا کے قیام کے بعد نکاسی آب کے بہتر انتظامات سے شہریوں کو سہولت میسر آئی ہے۔

پنجاب میں پراپرٹی کے معاملات سے متعلق نئے آرڈیننس کا نفاذ

لاہور: گورنر پنجاب سردار سلیم حیدر خان نے منگل کے روز پنجاب لینڈ ریونیو (ترمیمی) آرڈیننس اور غیر منقولہ جائیداد کے تحفظ ملکیت (ترمیمی) آرڈیننس 2026 نافذ کر دیے ہیں۔ ان قوانین کا مقصد زمین سے متعلق معاملات میں شفافیت، کارکردگی اور احتساب کو بہتر بنانا اور نظام کو ڈیجیٹل بنانا ہے۔ ترمیمی آرڈیننس کے تحت پنجاب لینڈ ریونیو اتھارٹی میں ڈیجیٹلائزیشن اور جدت کو فروغ دیا جائے گا تاکہ زمین مالکان کو سہولت فراہم کی جا سکے۔ نئے قانون کے تحت زمینوں کی تقسیم کے ساتھ قبضے کی منتقلی کو یقینی بنایا گیا ہے جبکہ اپیل اور نظرثانی کے طریقہ کار میں بھی اصلاحات متعارف کرائی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ سمن، نوٹس اور اعلانات جاری کرنے کے لیے الیکٹرانک اور ڈیجیٹل ذرائع استعمال کرنے کا طریقہ کار بھی وضع کیا گیا ہے۔ آرڈیننس میں زمین کی حد بندی اور غیر قانونی قابضین کے خلاف بے دخلی کے لیے باقاعدہ قانونی طریقہ کار بھی شامل کیا گیا ہے۔ مزید برآں زمین کی منتقلی کے لیے ای رجسٹریشن سسٹم متعارف کرا دیا گیا ہے، جس کے تحت تمام لین دین ڈیجیٹل طریقے سے ہوگا، جبکہ پٹواری کو صرف وراثتی انتقال درج کرنے کا اختیار ہوگا۔ نئے قانون کے مطابق کسی کیس کو نچلی عدالت کو واپس بھیجنے کا اختیار صرف بورڈ آف ریونیو کے پاس ہوگا۔ دوسری جانب گورنر پنجاب نے غیر منقولہ جائیداد کے تحفظ ملکیت (ترمیمی) آرڈیننس 2026 بھی نافذ کیا ہے۔ اس کے تحت تنازعات کے حل کی کمیٹی کی جگہ اسکروٹنی کمیٹی قائم کی جائے گی۔ اس کمیٹی میں ڈپٹی کمشنر (ڈی سی)، ڈی پی او، اے ڈی سی آر، اسسٹنٹ کمشنر، ایس ڈی پی او، سرکل ریونیو آفیسر اور متعلقہ تھانے کے انچارج کو شامل کیا گیا ہے۔ غیر قانونی قبضے کے جرم پر پانچ سے دس سال قید اور ایک کروڑ روپے تک جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔ جبکہ جھوٹی شکایت درج کرانے پر پانچ لاکھ روپے جرمانہ اور پانچ سال تک قید کی سزا ہو سکتی ہے۔

وزیراعلیٰ پنجاب کے ویژن 2030 کے تحت پاکستان کی پہلی سرکاری ای ٹیکسی اسکیم لانچ

لاہور (نمائندہ مقامی حکومت) وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف کی قیادت میں ''ویژن ٹرانسپورٹ 2030'' کے تحت صوبے میں سرکاری سرپرستی میں ای ٹیکسی اسکیم کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اس منصوبے کے تحت اب تک 1100 ای ٹیکسیاں لانچ کی جا چکی ہیں، جبکہ 40 ای ٹیکسیاں آج فراہم کی گئی ہیں جو اگلے 48 گھنٹوں میں لاہور اور دیگر شہروں کی سڑکوں پر نظر آئیں گی۔ وزیراعلیٰ کے مطابق یہ ای ٹیکسیاں جدید، معیاری اور باعزت سفری سہولت فراہم کریں گی، وہ معیار جو خلیجی اور یورپی ممالک میں دیکھا جاتا ہے اب پنجاب میں بھی دستیاب ہوگا۔ یہ ٹیکسیاں ماحول دوست ہیں اور کم آلودگی پیدا کرتی ہیں، جو سموگ جیسے ماحولیاتی چیلنجز سے نمٹنے میں مددگار ثابت ہوں گی۔ حکومت پنجاب نے اس منصوبے کے لیے 4 ارب روپے مختص کیے ہیں۔ پہلے مرحلے میں 1100 ماحول دوست اور کم لاگت گاڑیاں تقسیم کی جا رہی ہیں۔ اسکیم کے تحت چارجنگ سہولت، گاڑیوں میں ہنگامی صورتحال کے لیے ''پینک بٹن'' جو 15 پر براہِ راست منسلک ہوگا، جبکہ خواتین کے لیے 30 فیصد کوٹہ مختص کیا گیا ہے۔ یہ اسکیم بلاسود بنیادوں پر متعارف کرائی گئی ہے، جس میں حکومت مردوں کے لیے 50 فیصد اور خواتین کے لیے 60 فیصد ڈاؤن پیمنٹ ادا کرے گی، جبکہ رجسٹریشن اور ٹوکن ٹیکس بھی حکومت برداشت کرے گی۔ خواتین مستفید ہونے والوں کو مردوں کے مقابلے میں 10 فیصد اضافی سبسڈی دی جائے گی۔ ہر ای ٹیکسی ایک بار چارج کرنے پر تقریباً 300 کلومیٹر تک سفر کر سکے گی۔ حکومت کا کہنا ہے کہ یہ پاکستان کی پہلی سرکاری سرپرستی میں ای ٹیکسی اسکیم ہے، جس کا مقصد ماحول دوست ٹرانسپورٹ کو فروغ دینا اور روزگار کے نئے مواقع پیدا کرنا ہے۔

سید عامر علی شاہ

گل پلازہ جوڈیشل کمیشن میں ریکارڈ کی عدم دستیابی پر برہمی، میونسپل کمشنر طلب

کراچی: گل پلازہ آتشزدگی کی تحقیقات کرنے والے جوڈیشل کمیشن کے روبرو جمعرات کو اہم انکشافات سامنے آئے جب کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن (کے ایم سی) کے ڈائریکٹر لینڈ لیز جسٹس آغا فیصل کے سوالات کا تسلی بخش جواب دینے میں ناکام رہے جبکہ سندھ بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی (ایس بی سی اے) کے سربراہ نے بھی اعتراف کیا کہ عمارت کی خلاف ورزیوں سے متعلق اصل ریکارڈ دستیاب نہیں۔ سندھ ہائی کورٹ کے جسٹس آغا فیصل کی سربراہی میں قائم یک رکنی کمیشن نے سماعت کے دوران کے ایم سی کے ڈائریکٹر لینڈ (لیز) سید عدنان حیدر زیدی سے پلاٹ کی قانونی حیثیت اور لیز کی تفصیلات پر متعدد سوالات کیے تاہم وہ خاطر خواہ معاونت نہ کرسکے۔ اس پر کمیشن نے میونسپل کمشنر، جو کے ایم سی کے اعلیٰ ترین بیوروکریٹ ہیں، کو 23 فروری کو ذاتی حیثیت میں طلب کرلیا تاکہ بیان ریکارڈ کرایا جاسکے اور متعلقہ ریکارڈ پیش کیا جاسکے۔ سماعت کے دوران ایس بی سی اے کے ڈی جی مزمل حسین ہالیپوٹو نے بیان دیا کہ عمارت کا نقشہ 1979 میں منظور ہوا، تعمیر 1986 میں شروع ہوئی جبکہ پلاٹ کی لیز 1983 میں ختم ہو چکی تھی جس کی تجدید 1991 میں کی گئی۔ انہوں نے بتایا کہ 1998 میں نظرثانی شدہ نقشہ منظور ہوا، 2003 میں درجنوں غیر مجاز دکانیں ریگولرائز کی گئیں اور 2005 میں سیل این او سی کے لیے درخواست دی گئی حالانکہ بیشتر دکانیں فروخت ہو چکی تھیں۔ ان کے مطابق 2015 میں اضافی منزلوں کی اجازت طلب کی گئی جو مسترد کردی گئی، جبکہ میزانین فلور کا ریکارڈ دستیاب نہیں اور عمارت میں مجموعی طور پر 18 گیٹس ہیں۔ جب کمیشن نے خلاف ورزیوں پر جاری نوٹسز اور کارروائی سے متعلق اصل ریکارڈ طلب کیا تو ڈی جی ایس بی سی اے نے تسلیم کیا کہ صرف فوٹو کاپیاں موجود ہیں اور اصل دستاویزات نہیں مل رہیں۔ انہوں نے یہ بھی مؤقف اختیار کیا کہ تکمیل سرٹیفکیٹ جاری ہونے کے بعد عمارت کی ذمہ داری انتظامیہ پر عائد ہوتی ہے تاہم

شکایات یا انسپکٹرز کی سفارش پر کارروائی کی جاسکتی ہے۔ گل پلازہ انتظامیہ کو جاری نوٹسز سے متعلق پوچھے گئے سوال پر انہوں نے کہا کہ ایسا کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں اور صوبے بھر کی عمارتوں کی نگرانی محدود عملے کے باعث ایک مشکل کام ہے۔ کراچی واٹر اینڈ سیوریج کارپوریشن کے سی ای او احمد علی صدیقی نے بتایا کہ آگ لگنے کی اطلاع ملتے ہی تمام ہائیڈرنٹس پر ایمرجنسی نافذ کردی گئی تھی تاہم قریبی ہائیڈرنٹ متاثرہ عمارت سے 14 کلومیٹر دور تھا۔ انہوں نے کہا کہ فائر بریگیڈ کو روزانہ چھ گھنٹے پانی فراہم کیا جاتا ہے اور فائر بریگیڈ ہیڈکوارٹرز میں پانی ذخیرہ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔ ڈپٹی کمشنر جنوبی جاوید نبی کھوسو نے بیان دیا کہ اطلاع ملتے ہی وہ موقع پر پہنچے اور ایمرجنسی سروسز سے رابطہ کیا، جبکہ متعدد افراد آگ لگنے کے 20 سے 30 منٹ کے اندر عمارت سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ پولیس سرجن ڈاکٹر سمیعہ سید نے بتایا کہ ابتدائی طور پر آٹھ زخمی برنس سینٹر سول اسپتال لائے گئے جنہیں علاج کے بعد فارغ کردیا گیا، جبکہ 18 اور 19 جنوری کو مجموعی طور پر 25 لاشیں لائی گئیں۔ بعد ازاں آنے والی انسانی باقیات ناقابل شناخت تھیں جن کے ڈی این اے نمونے حاصل کیے گئے۔ پاکستان انفراسٹرکچر ڈیولپمنٹ کمپنی کے جنرل منیجر شفیع چاچڑ نے بتایا کہ گرین لائن توسیعی منصوبے کے باعث ایم اے جناح روڈ جزوی طور پر بند تھی تاہم فائر ٹینڈرز کی بروقت رسائی کے لیے رکاوٹیں ہٹادی گئی تھیں۔

حیدرآباد میونسپل کارپوریشن کے لیے 5 ارب 20 کروڑ 60 لاکھ روپے کی خصوصی مالی امداد منظور

حیدرآباد: حکومتِ سندھ نے رواں مالی سال کے دوران بحالی اور مرمتی کاموں کے لیے حیدرآباد میونسپل کارپوریشن کے لیے 5 ارب 20 کروڑ 60 لاکھ روپے کی خصوصی مالی امداد کی منظوری دے دی ہے۔ یہ رقم حیدرآباد کے میئر کاشف علی شورو کی جانب سے مختلف ترقیاتی منصوبوں، خصوصاً سڑکوں کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کردی گئی ہے، جس میں میئر کاشف شورو اور ڈپٹی کمشنر زین العابدین میمن بھی شامل ہیں۔ حکومتِ سندھ یہ رقم صوبائی بجٹ سے الگ خصوصی مالی امداد کے طور پر جاری کرے گی، تاہم اس کے لیے کابینہ کمیٹی برائے خزانہ سمیت دیگر قانونی تقاضے پورے کیے جائیں

کے ڈھانچے کی بہتری کے لیے طلب کی گئی تھی۔ شہر کی بیشتر سڑکیں سیوریج کے پانی، بارشوں اور ناقص نکاسیٔ آب کے نظام کے باعث شدید متاثر ہو چکی ہیں۔ میئر کاشف علی شورو نے بتایا کہ مالی امداد کے اجرا کے بعد متاثرہ سڑکوں کی نشاندہی کی جائے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ بحالی اور مرمت کے یہ کام حیدرآباد میونسپل کارپوریشن اور ادارہ فراہمی و نکاسیٔ آب حیدرآباد کے ذریعے مکمل کیے جائیں گے۔ صوبائی چیف سیکریٹری کے مطابق منصوبوں کی نگرانی اور شفافیت کو یقینی بنانے کے لیے کمشنر فیاض عباسی کمشنر گے۔ یہ منظوری محکمہ بلدیات کی جانب سے میئر کے ساتھ مشاورت کے بعد پیش کی گئی تجویز پر دی گئی ہے۔ رقم کا بڑا حصہ لطیف آباد، قاسم آباد اور سٹی تعلقوں میں سڑکوں کی بحالی پر خرچ کیا جائے گا، جن میں حیدرآباد میونسپل کارپوریشن کے دائرہ اختیار میں آنے والی مختلف ٹاؤن میونسپل کمیٹیاں شامل ہیں۔ محکمہ بلدیات اس کمیٹی کا باضابطہ اعلامیہ جاری کرے گا۔ تمام منصوبے 30 جون 2026 تک مکمل کیے جائیں گے، جبکہ رقم دو اقساط میں جاری کی جائے گی۔

کراچی: سانحہ گل پلازہ کے متاثرہ تاجروں کیلئے 300 دکانوں کا انتظام کردیا گیا

حکام کے مطابق دکانداروں کیلئے ٹینٹ لگا کر عارضی دکانیں بنائی گئی ہیں، جہاں کے ایم سی کی جانب سے بجلی فراہم کی جائے گی۔ حکام کا کہنا ہے کہ دکانداروں اور خریداروں کے لیے پانی اور بیت الخلا کا انتظام بھی ہے، مارکیٹ کی سیکیورٹی کے لیے 50 سٹی وارڈنز تعینات کیے جائیں گے۔ میئر کراچی اور وزیر بلدیات سندھ ناصر شاہ نے متاثرین گل پلازہ کے لیے بنائے گئے عارضی اسٹالز کا جائزہ لیا۔ میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے وزیر بلدیات سندھ کا کہنا تھا کہ سندھ حکومت نے دو تین مختلف مقامات پر متاثرین کو فری جگہیں فراہم کی ہیں۔ عارضی اسٹالز اور گراؤنڈ میں انتظامات کر کے متاثرین کو کاروبار دوبارہ شروع کرنے کی سہولت دی جارہی ہے۔ میئر کراچی مرتضیٰ وہاب کا کہنا تھا کہ رمضان کے دوران شاپنگ کے لیے گل پلازا کے متاثرین کے لیے ساڑھے تین سو دکانوں کے اسٹالز عارضی طور پر تیار کر دیے گئے ہیں، عارضی دکانیں تعمیراتی پروسیس مکمل ہونے تک متاثرین کو کاروبار شروع کرنے کی سہولت فراہم کریں گی۔ دوسری جانب سانحہ گل پلازہ جوڈیشل کمیشن کا شہریوں سے معلومات کے حصول کے لیے رجوع کرنے کا آج آخری روز ہے۔ ذرائع کے مطابق اب تک متعدد شہریوں نے بذریعہ خطوط، ای میل کمیشن سے رابطہ کیا ہے، کمیشن معلومات کا ابتدائی جائزہ لینےکیبعد شہریوں کو طلب کرنیکا فیصلہ کریگا۔ جوڈیشل کمیشن نے شہریوں کی جانب سےمعلومات کی فراہمی کیلئےای میل ایڈریس برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔

حیدرآباد میں دریا کے کنارے رہائشی اسکیموں پر پابندی

حیدرآباد: صوبائی وزیر بلدیات سندھ سید ناصر حسین شاہ نے کہا ہے کہ حیدرآباد میونسپل کارپوریشن کو ہدایت جاری کی گئی ہے کہ دریا کے کنارے واقع کوہسار کے علاقے میں کسی بھی بستی یا ہاؤسنگ اسکیم کیلئے این او سی جاری نہ کیا جائے، اور اگر پہلے کوئی این او سی جاری کیا جاچکا ہے تو اسے فوری طور پر منسوخ کیا جائے۔ وہ پیر کے روز ہیومن سیٹلمنٹ اتھارٹی حیدرآباد کے زیر اہتمام کچی آبادیوں کے مکینوں میں ملکیتی دستاویزات تقسیم کرنے کی تقریب کے بعد میڈیا سے گفتگو کررہے تھے۔ وزیر بلدیات نے دریائی پٹی پر قائم تجاوزات کے خاتمے کیلئے میئر حیدرآباد کو اقدامات کی ہدایت بھی کی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ سندھ سالڈ ویسٹ مینجمنٹ کے امور کو قانون سازی کے ذریعے میئرز کے انتظامی کنٹرول میں دیا جارہا ہے تاکہ ڈپٹی میئرز، یوسی چیئرمینز اور بلدیاتی نمائندوں کو بااختیار بنایا جاسکے۔ ان کا کہنا تھا کہ بلدیاتی اداروں، ان کے وائس چیئرمینز اور یوسی چیئرمینز کو مزید اختیارات دینے کیلئے قانون سازی پر بھی کام جاری ہے اور سالڈ ویسٹ مینجمنٹ کا عمل میئرز کو جلد دیدیا جائے گا جبکہ چیک اینڈ بیلنس کا مؤثر نظام بھی متعارف کرایا جائے گا۔ انہوں نے گلستان سرمست ہاؤسنگ اسکیم میں کمپیوٹرائزڈ اسٹیج فور بیلنگ کی نگرانی کی اور پانچ ملین گیلن یومیہ استعداد کے واٹر ریزروائر کا افتتاح بھی کیا۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ کے مشیر نجمی عالم، میئر حیدرآباد کاشف علی شورو اور دیگر بلدیاتی نمائندے بھی موجود تھے۔ ایم کیو ایم پاکستان کی جانب سے کراچی کو وفاق کے حوالے کرنے کے مطالبے پر تبصرہ کرتے ہوئے وزیر بلدیات نے کہا کہ ماضی میں اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی کا مطالبہ کرنے والے اب اپنے مؤقف سے متضاد بات کر رہے ہیں، جبکہ آئین میں ایسی کوئی گنجائش موجود نہیں، اس لیے اس مطالبے کو سنجیدہ نہیں لیا جاسکتا۔

سندھ میں رمضان کے دوران منافع خوری کی روک تھام کیلئے 480 افسران کو مجسٹریٹ کیا اختیارات تفویض

کراچی: حکومتِ سندھ نے ماہِ رمضان کے دوران منافع خوری کی روک تھام اور انتظامی امور کو مؤثر بنانے کیلئے صوبے بھر میں 480 افسران کو مجسٹریٹ اختیارات تفویض کر دیے ہیں تاکہ وہ قیمتوں کی نگرانی کرتے ہوئے ذخیرہ اندوزوں اور ناجائز منافع خوروں کے خلاف براہِ راست کارروائی کرسکیں۔ یہ فیصلے وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ کی زیر صدارت اعلیٰ سطحی اجلاس میں کیے گئے۔ اجلاس میں صوبائی وزرا، چیف سیکریٹری، آئی جی پولیس، کمشنرز، کے الیکٹرک، سوئی سدرن گیس کمپنی، حیسکو اور سیپکو کے نمائندگان نے شرکت کی۔ چیف سیکریٹری نے بریفنگ دیتے ہوئے بتایا کہ وزیر اعلیٰ کی منظوری سے 480 افسران کو اختیارات دیے گئے ہیں جبکہ کراچی کمشنر کے ماتحت رمضان ڈیوٹی کیلئے مزید 50 افسران تعینات کیے گئے ہیں۔ اجلاس میں اشیائے ضروریہ کی سرکاری قیمتوں کا بھی جائزہ لیا گیا جن کے مطابق گائے کا گوشت ایک ہزار سے تیرہ سو روپے فی کلو، بکرے کا گوشت بائیس سو روپے فی کلو، برائلر مرغی 334 روپے فی کلو اور چینی 140 روپے فی کلو مقرر کی گئی ہے۔ وزیر اعلیٰ نے کمشنر کراچی کو ہدایت کی کہ فوری طور پر پرائس چیکنگ مہم شروع کی جائے اور سرکاری نرخ ناموں پر سختی سے عملدرآمد یقینی بنایا جائے۔ شہریوں کی شکایات کے فوری ازالے کیلئے صوبے بھر میں 195 شکایتی سیل قائم کیے جا رہے ہیں جبکہ کراچی کی بڑی مارکیٹوں میں 49 شکایتی کیمپ اور 65 خصوصی کاؤنٹرز (بعض اضلاع میں 71 ڈپٹی کمشنر کاؤنٹرز) قائم کیے جائیں گے۔ مخصوص مقامات پر رعایتی اسٹالز بھی لگائے جائیں گے تاکہ عوام کو سستی اشیائے ضروریہ فراہم کی جاسکیں۔ وزیر اعلیٰ نے بجلی اور گیس فراہم کرنے والے اداروں کو سحری اور افطار کے اوقات میں زیرو لوڈشیڈنگ یقینی بنانے کی ہدایت کی جبکہ پولیس کو امن و امان اور ٹریفک مینجمنٹ بہتر بنانے کا ٹاسک دیا گیا، خاص طور پر سہ پہر تین بجے سے افطار تک اور رمضان کے آخری عشرے میں رات کے اوقات میں۔ کراچی کے میئر کو پانی کی فراہمی اور سندھ سالڈ ویسٹ مینجمنٹ بورڈ کو صفائی کے انتظامات یقینی بنانے کی ہدایت بھی جاری کی گئی۔ حیدرآباد، سکھر اور لاڑکانہ ڈویژنز کے کمشنرز نے بھی اپنے اپنے علاقوں میں رمضان پلان پیش کیے۔ حیدرآباد میں 55 بڑی مارکیٹوں کیلئے نرخ نامے جاری کیے گئے اور 68 ٹیمیں فیلڈ میں تعینات کی گئیں، جبکہ سکھر اور لاڑکانہ میں آٹے کی قیمت مستحکم رکھنے اور مجموعی طور پر 51 افسران کی نگرانی میں پرائس کنٹرول نظام نافذ کرنے کی بریفنگ دی گئی۔ وزیر اعلیٰ سندھ نے واضح کیا کہ رمضان برکتوں کا مہینہ ہے اور عوام کو ریلیف فراہم کرنا حکومت کی اولین ترجیح ہے، لہٰذا کسی بھی قسم کی غفلت یا منافع خوری برداشت نہیں کی جائے گی اور صوبے کے عوام کو کسی غیر ضروری مشکل کا سامنا نہیں ہونا چاہیے۔

میئر مرتضیٰ وہاب کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک لانے کی تیاری، اپوزیشن متحرک

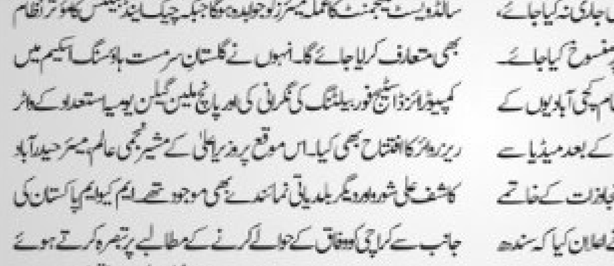

کراچی: سٹی کونسل میں اپوزیشن نے میئر کراچی مرتضیٰ وہاب کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک لانے کی کوششیں تیز کردی ہیں، جبکہ جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام (ف) نے مشترکہ حکمتِ عملی تیار کرنے پر اتفاق کرلیا ہے۔ اپوزیشن لیڈر ایڈووکیٹ سیف الدین نے بتایا کہ ان کی ملاقات جے یو آئی (ف) کے پارلیمانی پارٹی لیڈر مفتی خالد سے ہوئی، جس میں کراچی کی مجموعی صورتحال پر تفصیلی تبادلۂ خیال کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ اجلاس میں پانی کی فراہمی، نکاسیٔ آب، ٹھوس کچرے کے انتظام، سڑکوں کی خستہ حالی اور امن و امان کی صورتحال جیسے اہم مسائل زیر بحث آئے۔ ایڈووکیٹ سیف الدین کے مطابق جے یو آئی (ف) کی قیادت نے اس بات سے اتفاق کیا کہ موجودہ حالات میں اپوزیشن کو مربوط اور مشترکہ حکمتِ عملی اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ شہری مسائل کو مؤثر انداز میں اجاگر کیا جاسکے اور سٹی کونسل میں آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا جاسکے۔

خیبر پختونخواحکومت نے نوجوانوں کو 5 ارب کے بلاسود قرضے دینے کا اعلان کردیا

نثار محسود

پشاور: وزیراعلیٰ خیبر پختونخوا محمد سہیل آفریدی نے نشتر ہال میں ینگ لیڈرز کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ صوبائی حکومت نوجوانوں کے بلاسود قرضہ اسکیم کے لیے مختص فنڈز کو 3 ارب روپے سے بڑھا کر 5 ارب روپے کر رہی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ نوجوانوں کو بااختیار بنایا جا سکے۔ انہوں نے ینگ لیڈرز پارلیمنٹ کے لیے 20 لاکھ روپے گرانٹ دینے کا بھی اعلان کیا۔ وزیراعلیٰ کا کہنا تھا کہ فاٹا کا خیبر پختونخوا میں انتظامی انضمام تو 2018 میں ہو گیا تھا لیکن مالی انضمام تاحال مکمل نہیں ہو سکا جو آئین کی خلاف ورزی ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ وفاقی حکومت صوبے کے 4.758 کھرب روپے کی مقروض ہے جبکہ آئی ایم ایف کے مطابق وفاقی سطح پر 5.3 کھرب روپے کی کرپشن رپورٹ ہو چکی ہے۔ محمد سہیل آفریدی نے کہا کہ محدود وسائل کے باوجود تحریک انصاف تیسری مرتبہ صوبے میں

اپنی کارکردگی کی بنیاد پر حکومت کر رہی ہے اور اگر واجبات ادا کر دیے جائیں تو عوامی خدمات کی فراہمی مزید بہتر بنائی جا سکتی ہے۔ انہوں نے پنجاب حکومت کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ وہاں سیاسی آزادیوں کو محدود کیا جا رہا ہے اور سیاسی انتقام کی بدترین مثالیں قائم کی جا رہی ہیں۔ دہشت گردی کے خاتمے کے حوالے سے وزیراعلیٰ نے زور دیا کہ مستقل امن کے لیے متفقہ، جامع اور واضح پالیسی ضروری ہے اور وقتی اقدامات یا سیاسی پوائنٹ اسکورنگ سے مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے نوجوانوں پر زور دیا کہ وہ قومی اور صوبائی مسائل پر ہر فورم پر آواز بلند کریں۔ دوسری جانب پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کمیٹی کے اجلاس میں وزیراعلیٰ کی زیرِ صدارت ٹھنڈیانی میں انٹیگریٹڈ ٹورازم زون کے کنسیشن معاہدے کی منظوری دے دی گئی۔ یہ منصوبہ ملک کا پہلا انٹیگریٹڈ ٹورازم زون ہوگا جو پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ ماڈل کے تحت تیار کیا جائے گا۔ حکام کے مطابق اس منصوبے میں کم از کم 23 ارب روپے آمدن کی صلاحیت موجود ہے اور اسے 400 کنال اراضی پر محیط ایک ماحول دوست سیاحتی مقام کے طور پر ترقی دی جائے گی۔ حکام نے بتایا کہ صوبے میں دیگر انٹیگریٹڈ ٹورازم زونز میں گھنول مانسہرہ، منکیال سوات اور مدک لشٹ چترال شامل ہیں جن کی مجموعی لاگت 12.3 ارب روپے ہے۔ وزیراعلیٰ نے ہدایت کی کہ تمام منصوبے ماحولیاتی اصولوں کے مطابق اور بروقت مکمل کیے جائیں تاکہ سیاحت کو صوبے کی معاشی استحکام کا اہم ستون بنایا جا سکے۔

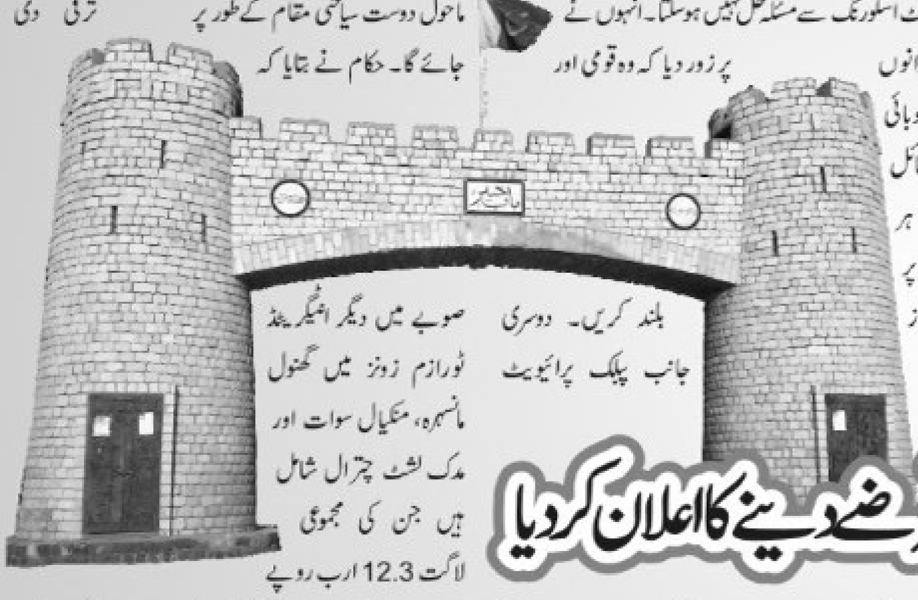

خیبر پختونخوا میں گڈ گورننس روڈ میپ پر پیش رفت کا جائزہ

سروس ڈیلیوری بہتر بنانے کے لیے وزیراعلیٰ نے اہم ہدایات جاری کر دیں

پشاور: وزیرِاعلیٰ خیبر پختونخوا سہیل آفریدی کی زیرِ صدارت گڈ گورننس روڈ میپ کے تحت صوبائی محکموں کی سروس ڈیلیوری سے متعلق اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں سترہ محکموں کی مجموعی طور پر 327 انٹروینشنز اور درپیش رکاوٹوں پر تفصیلی بریفنگ دی گئی۔ اجلاس کو بتایا گیا کہ اب تک 47 انٹروینشنز مکمل جبکہ 139 آن ٹریک ہیں، اسی طرح 268 مائل اسٹونز میں سے 90 مکمل ہو چکے ہیں جبکہ تین آف ٹریک قرار دیے گئے۔ وزیرِاعلیٰ نے موسمِ بہار کی شجرکاری مہم کو صوبے کی تاریخ کی سب سے بڑی سرگرمی بنانے کی تیاری مکمل کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے سرکاری ملازمین، طلبہ اور سول سوسائٹی کی بھرپور شمولیت یقینی بنانے پر زور دیا۔ سرکاری دفاتر اور رہائش گاہوں میں پھل دار پودے لگانے کی بھی ہدایت کی گئی۔ ترقیاتی منصوبوں کی بروقت منظوری کے لیے صوبائی ترقیاتی ورکنگ پارٹی کا ہفتہ وار اجلاس منعقد کرنے، کمرات اور ہنگو سروزئی روڈ پر تعمیراتی کام تیز کرنے اور تاخیر کا شکار منصوبوں کے لیے غیر روایتی حل اپنانے کی ہدایت بھی جاری کی گئی۔ اجلاس میں جنوبی اضلاع کے ڈی ایچ کیوز اور ریجنل ڈی ایچ کیوز میں میموگرافی سروسز شروع کرنے، سرکاری اسپتالوں میں کنٹریکٹ ڈاکٹروں کی بھرتی مقررہ مدت میں مکمل کرنے اور خراب و غیر فعال ٹیوب ویلز کو فوری فعال بنانے پر زور دیا گیا۔ تعلیم کے شعبے میں سرکاری اسکولوں میں اساتذہ کی سو فیصد حاضری یقینی بنانے جبکہ انسدادِ پولیو ٹیموں کی سیکیورٹی مزید سخت کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ ضم اضلاع کے لیے روشن قبائل چیلنج کی تیاری اسی ماہ مکمل کرنے، احساس اپنا گھر پروگرام کو فاسٹ ٹریک پر رکھنے اور آئندہ مالی سال کے بجٹ کی تیاری فوری شروع کرنے کی ہدایت دی گئی۔ وزیرِاعلیٰ نے واضح کیا کہ سروس ڈیلیوری کو عوامی توقعات کے مطابق بنانا حکومت کا حتمی مشن ہے اور گڈ گورننس روڈ میپ کے مڈ ٹرم اقدامات رواں سال جون تک مکمل کیے جائیں گے، بصورت دیگر کسی قسم کی غفلت برداشت نہیں کی جائے گی۔

خیبر پختونخوا میں جنگلات کے رقبے میں نمایاں اضافہ، وزیراعلیٰ کا دعویٰ

پشاور (بیورو رپورٹ) خیبر پختونخوا کے وزیراعلیٰ محمد سہیل آفریدی نے کہا ہے کہ صوبے میں ماحولیات کے تحفظ اور جنگلات کے رقبے میں اضافے کے لیے جامع اور پائیدار اقدامات کیے جا رہے ہیں، جن کے مثبت نتائج سامنے آنا شروع ہو گئے ہیں۔ وزیراعلیٰ نے اسپرنگ ٹری پلانٹیشن مہم 2026 کے افتتاح کے موقع پر تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومتی پالیسیوں کے تسلسل اور مستقل اقدامات کے باعث صوبے میں جنگلات کے رقبے میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنگلات کا فروغ اور تحفظ پاکستان تحریک انصاف حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔ تقریب وزیراعلیٰ ہاؤس کے لان میں منعقد ہوئی، جہاں محمد سہیل آفریدی نے پودا لگا کر شجرکاری مہم کا باقاعدہ آغاز کیا۔ انہوں نے کہا کہ موسمیاتی تبدیلی، ماحولیاتی آلودگی اور دیگر چیلنجز کے پیش نظر جنگلات میں اضافہ ناگزیر ہو چکا ہے۔ "درخت لگانا محض ایک وقتی مہم نہیں بلکہ اسے قومی عادت اور اجتماعی سوچ کا حصہ بنانا ہوگا تاکہ آنے والی نسلوں کو صاف، محفوظ اور سرسبز ماحول فراہم کیا جا سکے۔" انہوں نے کہا۔ وزیراعلیٰ نے اس بات پر زور دیا کہ عوامی تعاون کے بغیر کوئی بھی حکومتی منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا، لہٰذا تمام طبقات سے اپیل ہے کہ وہ شجرکاری مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اس موقع پر بریفنگ دیتے ہوئے حکام نے بتایا کہ اسپرنگ شجرکاری مہم کے دوران 2 کروڑ سے زائد پودے لگانے کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ ان میں سے 1 کروڑ 83 لاکھ پودے اپ اسکیلنگ گرین پاکستان پروگرام کے تحت جبکہ 24 لاکھ 80 ہزار پودے بلین ٹری افاریسٹیشن سپورٹ پروگرام کے تحت لگائے جائیں گے۔ حکام نے مزید بتایا کہ 23 مارچ کو ایک بڑے شجرکاری ایونٹ کا انعقاد کیا جائے گا، جس میں ایک ہی دن میں 10 لاکھ سے زائد پودے لگانے کا ہدف رکھا گیا ہے۔ تقریب میں اس عزم کا اعادہ کیا گیا کہ تمام متعلقہ ادارے باہمی تعاون اور مربوط حکمت عملی کے تحت مقررہ اہداف کو بروقت اور مؤثر انداز میں حاصل کریں گے، جبکہ نوجوانوں، طلبہ اور سول سوسائٹی کی بھرپور شرکت کو یقینی بنایا جائے گا تاکہ شجرکاری کو قومی ذمہ داری کے طور پر فروغ دیا جا سکے۔

847 کسانوں میں 3 ارب روپے کے بلاسود قرضے تقسیم

کوئٹہ: صوبہ بلوچستان میں زرعی پیداوار بڑھانے کے لیے شروع کیے گئے گرین پاکستان انیشیٹو کے دوسرے مرحلے کے تحت 847 کسانوں میں 3 ارب 26 کروڑ روپے کے بلاسود قرضے تقسیم کر دیے گئے۔ تقریب کی صدارت وزیرِاعلیٰ بلوچستان میر سرفراز بگٹی نے کی، جہاں 35 ہزار 609 ایکڑ اراضی پر کاشتکاری کے لیے کسانوں میں چیکس تقسیم کیے گئے۔ اس موقع پر کور کمانڈر بلوچستان لیفٹیننٹ جنرل راحت نسیم احمد خان اور اعلیٰ عسکری و سول حکام بھی موجود تھے۔ وزیرِاعلیٰ میر سرفراز بگٹی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس نوعیت کے اقدامات زراعت کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، جو پاکستان کی برآمدات کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ صوبائی حکومت کسانوں کی معاونت اور بلوچستان میں خوشحالی کے فروغ کے لیے بھرپور کردار ادا کرے گی۔ حکام کے مطابق گرین پاکستان انیشیٹو کا دوسرا مرحلہ پہلے مرحلے کی کامیابیوں کا تسلسل ہے، جس کے تحت 12 کوریڈ گولڈرز کے تعاون سے 257 کسانوں کو 68 کروڑ 50 لاکھ روپے کے بلاسود قرضے فراہم کیے گئے تھے۔

ریکوڈک منصوبہ: مقامی اقتصادی ترقی کی نئی امید یا چیلنج؟

کوئٹہ: بلوچستان کو درپیش سیکیورٹی اور سیاسی چیلنجز کے باوجود ریکوڈک کا اربوں ڈالر مالیت کا تانبہ و سونا منصوبہ پاکستان کی معدنی حکمتِ عملی میں مرکزی حیثیت اختیار کیے ہوئے ہے۔ حکام اور بین الاقوامی شراکت داروں کے مطابق منصوبہ 2028 میں کمرشل پیداوار کے ہدف پر بدستور قائم ہے، جسے مقامی اقتصادی ترقی کے تناظر میں گیم چینجر قرار دیا جا رہا ہے۔ منصوبے کی آپریٹر کینیڈین کمپنی Barrick Gold، جو ریکوڈک مائننگ کمپنی میں 50 فیصد حصص رکھتی ہے، نے جاری جائزہ عمل کو معمول کی کارپوریٹ ذمہ داری قرار دیا ہے۔ کمپنی کے مطابق ایک لسٹڈ ادارہ ہونے کے ناطے اسے کینیڈین قوانین کے تحت اپنے آپریشنز کا باقاعدہ جائزہ اور رپورٹنگ کرنا ہوتی ہے، جس کا مقصد شفافیت، سرمایہ کاروں کا اعتماد اور قانونی تقاضوں کی تکمیل ہے۔ ذرائع کے مطابق 1.3 ارب ڈالر کے امریکی ایکسپورٹ امپورٹ بینک قرضے کی منظوری دسمبر 2025 میں دی جا چکی ہے اور سرمائے کا حصول ایک مسلسل عمل ہے۔ تاہم حکام کا کہنا ہے کہ آپریشنل پیش رفت کا انحصار مکمل طور پر بیرونی فنانسنگ پر نہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر منصوبہ طے شدہ شرائط کے مطابق آگے بڑھتا ہے تو یہ بلوچستان میں مقامی اقتصادی ترقی کو نمایاں طور پر تقویت دے سکتا ہے۔ کمپنی ذرائع کے مطابق تعمیراتی سامان اور حتیٰ کہ پینے کا معدنی پانی بھی صوبے کے اندر سے خریدا جا رہا ہے تاکہ مقامی کاروبار کو فائدہ پہنچے۔ ملازمتوں کے حوالے سے بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ تقریباً 70 فیصد بھرتیاں بلوچستان سے کی جا رہی ہیں، جن میں کان کے قریب واقع علاقوں کے نوجوانوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ماہرین کے مطابق اس حکمتِ عملی سے مقامی آمدنی میں اضافہ، ہنرمندی کی ترقی اور چھوٹے کاروباروں کی توسیع ممکن ہو سکتی ہے۔ نجی معدنی حلقوں اور اسلام آباد و کوئٹہ کے حکام منصوبے کے مستقبل کے بارے میں محتاط امید رکھتے ہیں، تاہم وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ صوبے میں سیاسی بے چینی اور سیکیورٹی خدشات اہم چیلنج ہیں۔ بعض تجزیہ کاروں کے مطابق مقامی آبادی کے تحفظات کو نظرانداز کرنا طویل المدتی اقتصادی فوائد کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ ایک ماہر نے کہا کہ اگرچہ معاہدہ مثالی نہیں لیکن اس پر مؤثر عملدرآمد سے پاکستان میں غیر ملکی سرمایہ کاری کے نئے دروازے کھل سکتے ہیں۔ دوسری جانب کچھ حلقوں کا موقف ہے کہ ریاست کو اختلافی آوازوں سے بامعنی مکالمہ کرنا ہوگا کیونکہ منصوبے کا مستقبل صوبے اور اس کے عوام سے جڑا ہوا ہے۔ ابتدائی طور پر پاکستانی نجی کان کنی کمپنیوں نے منصوبے میں شمولیت میں دلچسپی ظاہر کی تھی، تاہم لاگت 4 ارب ڈالر سے بڑھ کر تقریباً 7 ارب ڈالر تک پہنچنے کے بعد یہ امکان محدود ہو گیا۔ ماہرین کے مطابق ملکیت کے ڈھانچے میں کسی بڑی تبدیلی سے شراکت داروں کے درمیان توازن متاثر ہو سکتا ہے۔ ریکوڈک منصوبہ نہ صرف پاکستان کی معدنی برآمدات بڑھانے کی صلاحیت رکھتا ہے بلکہ یہ بلوچستان میں مقامی اقتصادی ترقی، روزگار، بنیادی ڈھانچے کی بہتری اور علاقائی خوشحالی کے لیے بھی کلیدی حیثیت اختیار کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس کے ثمرات منصفانہ اور شفاف انداز میں مقامی آبادی تک پہنچائے جائیں۔

پنجاب میں سیوریج ونکاسیٔ آب کے بڑے منصوبوں کا آغاز

پنجاب ڈویلپمنٹ پلان کے تحت 200 ارب روپے مختص، 15 اضلاع میں کام شروع

لاہور: حکومتِ پنجاب نے صوبے کے مختلف اضلاع میں سیوریج اور نکاسیٔ آب کے دیرینہ مسائل کے حل کے لیے پنجاب ڈویلپمنٹ پلان کے تحت تقریباً 200 ارب روپے کے بڑے ترقیاتی منصوبوں کا آغاز کر دیا ہے۔ یہ تفصیلات پنجاب واٹر اینڈ سینی ٹیشن اتھارٹی (پی واسا) کی مرتب کردہ رپورٹ میں سامنے آئی ہیں۔ رپورٹ کے مطابق وزیرِاعلیٰ پنجاب کے ترقیاتی پروگرام کے پہلے مرحلے میں ہاؤسنگ، اربن ڈویلپمنٹ اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ کے تحت شہری سہولیات کی بہتری اور مون سون کے دوران شہری سیلاب کے خطرات میں کمی کے لیے منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں جھنگ، ڈیرہ غازی خان، گجرات، حافظ آباد، جہلم، اوکاڑہ اور سرگودھا سمیت کئی اضلاع میں عملی کام کا آغاز ہو چکا ہے جبکہ دیگر اضلاع میں بھی جلد کام شروع کیے جانے کی توقع ہے۔ منصوبے کے تحت تقریباً ایک ہزار 610 کلومیٹر نئی سیوریج لائنیں بچھائی جائیں گی جبکہ 741 کلومیٹر پرانے اور خستہ حال نیٹ ورک کی بحالی کی جائے گی، جو تیزی سے بڑھتی شہری آبادی کی ضروریات پوری کرنے میں ناکام ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ بارشی پانی کے مؤثر انتظام کے لیے 92 کلومیٹر مین ڈرینز اور 108 کلومیٹر سے زائد سڑک کنارے نکاسیٔ آب کی نالیاں تعمیر کی جائیں گی تاکہ شدید بارشوں کے دوران پانی کی روانی بہتر ہو اور نشیبی علاقوں میں پانی جمع ہونے کے مسائل کم ہوں۔

ہاؤسنگ سیکرٹری نورالامین مینگل نے اس حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اس نوعیت کے منصوبوں میں پیچیدہ انجینئرنگ شامل ہوتی ہے، جس میں ڈیزائن، مٹی کی جانچ، لیولنگ، کنکٹیویٹی اور گریویٹی فلو جیسے عوامل اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ گھروں سے نکلنے والے سیوریج کو مختلف لیٹرل، سیکنڈری اور ٹرنک لائنوں کے ذریعے 40 سے 50 فٹ گہرے ڈسپوزل اسٹیشنز تک پہنچایا جاتا ہے، جہاں سے پمپ کر کے مرکزی نالوں کے ذریعے آبی ذخائر تک منتقل کیا جاتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق 15 اضلاع میں 27 نئے ڈسپوزل اسٹیشنز قائم کیے جا رہے ہیں جبکہ 59 موجودہ اسٹیشنز کو مکمل فعال حالت میں بحال کیا جائے گا۔ بعض مقامات پر بڑے اسٹوریج ٹینکس بھی تعمیر کیے جا رہے ہیں تاکہ مون سون کے عروج کے دوران اضافی بارشی پانی کو محفوظ کر کے نکاسیٔ آب کے نظام پر دباؤ کم کیا جا سکے۔ حکام کا کہنا ہے کہ سیوریج کی تنصیب کے بعد سڑکوں اور گلیوں کی از سرِ نو تعمیر کے لیے پائیدار تعمیراتی ماڈلز اپنائے جا رہے ہیں تاکہ ڈھانچے زیادہ دیرپا ہوں اور مستقبل میں مرمت کے اخراجات کم ہوں۔ نورالامین مینگل کے مطابق یہ منصوبے محض تعمیراتی سرگرمی نہیں بلکہ موسمیاتی تبدیلیوں سے پیدا ہونے والے دباؤ سے شہروں کے تحفظ اور آئندہ کئی دہائیوں تک مستحکم بلدیاتی خدمات کی فراہمی کے لیے ناگزیر ہیں۔

کے ایم سی کا چوکنڈی کے تاریخی مقام پر میوزیم بنانے کا منصوبہ

کراچی: کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن نے تاریخی چوکنڈی قبرستان کو مقامی اور بین الاقوامی سیاحتی مرکز بنانے کے لیے وہاں میوزیم کے قیام اور مختلف سہولیات کی بہتری کا منصوبہ اعلان کیا ہے۔ یہ اعلان کراچی کے میئر مرتضیٰ وہاب کے تاریخی مقام کے دورے کے موقع پر کیا گیا، جہاں انہوں نے حکام کو ہدایت کی کہ بین الاقوامی معیار کے میوزیم کے قیام کے لیے تفصیلی فزیبلٹی پلان تیار کیا جائے۔ میئر نے قبرستان کے تحفظ کے لیے حفاظتی باؤنڈری وال کی تعمیر اور زائرین کے لیے کھلی عوامی جگہوں کی ترقی کے احکامات بھی جاری کیے۔ کے ایم سی کے بیان کے مطابق چوکنڈی کا قبرستان 16ویں صدی سے تعلق رکھتا ہے اور اپنے خوبصورت تراشیدہ سنگِ سرخ کے ڈھانچوں اور منفرد طرزِ تعمیر کے باعث تاریخی اہمیت رکھتے ہیں۔ مرتضیٰ وہاب نے کہا کہ کراچی میں متعدد تاریخی مقامات موجود ہیں جنہیں ماضی میں نظر انداز کیا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ شہر کی اصل تاریخی شناخت کو بحال کر کے عالمی سطح پر متعارف کرانا ضروری ہے۔ میئر نے متعلقہ حکام کو ہدایت کی کہ تمام جائزے اور منصوبہ بندی جلد مکمل کی جائے اور منصوبے پر اسی سال عملدرآمد یقینی بنایا جائے۔ مجوزہ منصوبے میں رسائی کے بہتر راستے، سیاحوں کے لیے سہولیات، لینڈ اسکیپنگ اور قدیم فنِ تعمیر کے تحفظ کے اقدامات شامل ہوں گے تاکہ اس تاریخی مقام کو عالمی سطح پر تسلیم شدہ ورثہ بنایا جا سکے۔

> "ہم کراچی کے تاریخی ورثے کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتے ہیں اور اسے بین الاقوامی سطح پر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے انفراسٹرکچر بہتر بنانا، رسائی آسان بنانا اور ایسا ماحول پیدا کرنا ضروری ہے جہاں شہری اور سیاح ہمارے ماضی کو سمجھ اور سراہ سکیں۔"